

بدسلوکی کے باوجود حسن سلوک کی تاکید اور اس کا صلہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتے دار ایسے ہیں کہ میں ان سے (صلہ رحمی کرتا) تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں، میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں، میں بُر دباری اور برداشت سے کام لیتا ہوں، وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر تُو واقعی ایسا ہے جیسا کہ تُو بیان کر رہا ہے تو گویا ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے۔ جب تک تیرا طرزِ عمل (ان کے ساتھ) ایسا ہی رہے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلے میں ایک مددگار تیرے شامل حال رہے گا۔“

(صحیح مسلم: ۲۵۵۸)

ترجمہ و تفسیر
فضیلہ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج
حافظ شاہ محمود
فاضل مدینہ یونیورسٹی

خطبات جمعہ اور درس مساجد کے لیے رافعا کتاب
سال بھر کی ترتیب کے ساتھ

جلد اول

خطبات
مکہ مکرمہ
۱۴۲۲ھ

خطبات حرمین

الكتاب الثاني

ڈاکٹر عبدالرحمن السدیس، ڈاکٹر سعود الشریع،
ڈاکٹر صالح بن حمید، محمد بن عبد اللہ السبیل،
ڈاکٹر أسامہ خیاط، ڈاکٹر عمر بن محمد السبیل

● مجلد

● عمدہ طباعت

● صفحات 560

تالیف

فضیلہ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج

فضیلہ الشیخ حافظ عبدالرؤف حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی

حج و عمرہ اور زیارت حرمین کے احکام و مسائل

سوئے حرم

● مجلد ● عمدہ طباعت ● صفحات 416

ناشر

امراء القرآن پاکستان
سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ

مکتبہ کتاب و سنت
ریجنل ہیڈ کوارٹر

فون: 0333-8110896, 0321-6466422

مکتبہ کا بندہ

مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور: 0300-8661763 کتاب برائے اردو بازار لاہور: 0321-4163595
مکتبہ سلفیہ اردو بازار لاہور: 0423-7361505 مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور: 0423-7351124
دارالافتار اسلامیہ واہگ پور: 0321-5216287 اگرچہ پبلی کیشنز کراچی: 0333-3030804
فعلی کتب خانہ کراچی: 021-2629724 مکتبہ نوائے گزیر ناول: 0321-7475072 دارالکتب گزیر ناول: 0322-4074195

المملكة العربية السعودية کے وزیر دفاع اور ولی عہد
صاحب السمو الامیر الملکی
سلطان بن عبدالعزیز کے انتقال پر ملال پر
 اراکین مجلس عاملہ دارالدعوة السلفية لاہور کی تعزیت

المملكة العربية السعودية کے وزیر دفاع اور ولی عہد صاحب السمو الملکی الامیر شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ طویل علالت کے بعد ۸۳ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

المملكة العربية السعودية کے بانی ملک عبدالعزیز آل سعود کے یہ ذہین و فطین بیٹے تھے۔ المملكة العربية السعودية کے دفاع کا قلم دان کم و بیش پچاس سال ان کے سپرد رہا۔ ان کی ذہانت و فطانت مثالی تھی۔ مرحوم اپنے بڑے بھائی ملک عبداللہ ﷺ (خادم الحرمين الشريفين) کے ساتھ بڑے اعتماد کے ساتھ امور دفاع سرانجام دیتے رہے۔ انھوں نے عالم اسلام سے عموماً اور پاکستان سے خصوصاً ہر موقع پر بڑا تعاون فرمایا۔ وہ پاکستان کو ہمیشہ اپنا دوسرا گھر کہتے اور سمجھتے رہے۔ جب بھی اہل پاکستان کو المملكة العربية السعودية کا تعاون درکار ہوا، سعودی حکمرانوں نے ہمیشہ اپنے پر خلوص اور بھرپور تعاون کے خزانے کھول دیے۔ مرحوم ولی عہد ایک طویل عرصے سے علیل تھے۔ ان کی وفات پر اراکین مجلس عاملہ (دارالدعوة السلفية، لاہور پاکستان)، المملكة العربية السعودية کے حکام اور عوام کے غم میں برابر شریک ہیں۔

دعا ہے اللہ کریم مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مقام رفعت سے نوازے، آمین۔

تعزیت کنندگان

- ⊙ حضرت مولانا محمد ابوبکر صدیق السلفی، صدر دارالدعوة السلفية۔ لاہور
- ⊙ حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی، سینئر نائب صدر دارالدعوة السلفية۔ لاہور
- ⊙ پروفیسر ڈاکٹر سعید اقبال قریشی، نائب صدر دارالدعوة السلفية۔ لاہور
- ⊙ حافظ احمد شاہ کر، سیکرٹری جنرل دارالدعوة السلفية۔ لاہور
- ⊙ ملک عصمت اللہ قلعوی، ناظم مالیات دارالدعوة السلفية۔ لاہور
- ⊙ چوہدری محمد نعیم صادق ایڈووکیٹ (رکن)
- ⊙ حضرت مولانا ارشاد الحق اثری (رکن)
- ⊙ حضرت مولانا حافظ عبدالحمید ازہر (رکن)
- ⊙ حافظ محمد اشرف (رکن)
- ⊙ شیخ محمد عتیق (رکن)
- ⊙ مولانا مبشر احمد مدنی (رکن)
- ⊙ ڈاکٹر محمد حماد لکھوی (رکن)
- ⊙ حافظ حماد شاہ کر (رکن)

فہرست

2	(حافظ احمد شاکر)	بدسلوکی کے باوجود حسن سلوک کی تاکید اور اس کا صلہ	❁	جواہر پارے
4	(مولانا ارشاد الحق اثری)	سلطان بن عبدالعزیز کا انتقال	❁	کلمہ طیبہ
8	(حافظ محمد اثر ف سعید)	توفیق الباری	❁	اداریہ
10	(شیخ عبدالعزیز، مفتی عبید اللہ عقیف)	مسائل حج و وراثت	❁	درس قرآن
13	(مولانا حافظ محمد اسحاق حسینیؒ)	اعمال حج اور ان کے احکام..... (۱)	❁	درس حدیث
20	(مولانا ارشاد الحق اثری)	مسند الامام ابی حنیفہ للحارثی (۲)	❁	احکام و مسائل
25	(عطاء محمد جنجوعہ)	قادیانی شبہات کا ازالہ..... (۶) آخری	❁	ارکان اسلام
27	(محمد سلیم چنیوٹی)	بدلتے، کروٹیں لیتے موسیٰ سیاسی حالات	❁	تحقیق و تنقید
29	()	مذہب باطلہ	❁	حالات حاضرہ
32	(صلاح الدین مقبول)	تبصرہ کتب	❁	شعر و ادب
	()	عشرہ ذی الحجہ..... فضائل		

متکرم

اقتدار و حکم رانی کو اسلام نے آزمائش یعنی دین کے نفاذ، ریاست کے امن اور رعایا کی خدمت گردانتے ہوئے اس کے حصول کی طلب اور تنگ و دو کی نہ صرف یہ کہ حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ تعلیمات قرآن و حدیث سے طالب اقتدار کو اقتدار نہ دینے کی پالیسی کے آثار زیادہ واضح ہوتے ہیں۔ اسلام میں نظام حکمرانی شوریٰ ہوتا ہے جس میں شخصی کردار اور عمل کو بنیاد بنا کر اصحاب رائے سے مشورہ لیا جاتا ہے اور رائے بھی صرف خفیہ طریقے سے حاصل کی جاتی ہے، جب کہ غیر اسلامی طرز حکومت میں ایک بادشاہت ہے دوسرا صدارتی طرز حکومت جو کم و بیش بادشاہت ہی سے قریب تر طرز حکومت ہوتا ہے اور یا پارلیمانی نظام ہے جسے شوریٰ کے قریب کہا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام انسانوں کو کسی خاص طرز حکومت کا پابند نہیں کرتا بلکہ اسلام کے نزدیک طرز حکومت وہ صحیح ہے جس میں امر بالمعروف، جس میں اسلام کے فرائض..... نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ..... کا نفاذ بالقوۃ ہو، اس کا ترک قابل دست اندازی پولیس ہو۔ نبی عنکر جس میں شرک، فواحش، ظلم و نا انصافی پر فوری فیصلہ اور فیصلے پر عمل درآمد ہو، اور رعایا کی کفالت بایں معنی کہ انسان کی بنیادی ضروریات (دین کی ضروری تعلیم، خوراک، لباس اور ادویات) کی ریاست ذمہ دار ہے حتیٰ کہ بوڑھوں، بچوں، یتیموں، ناداروں اور دائمی بیماروں کی مکمل کفالت اسلام ریاست یعنی حکمران کی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ طرز حکومت جو بھی ہو جس میں اسلامی نظام کی مذکورہ بالا ترجیحات ہوں وہ طرز حکومت اسلام کے نزدیک معیوب نہیں۔ تفصیلات میں جائے بغیر اگر بادشاہت و صدارتی نظام میں اسلامی نظام حکومت کے تمام نکات و اصول ملحوظ رکھنے کا اہتمام کیا جا رہا ہو یا اس کی کوشش کی جاتی ہو تو اس حکومت کو معیوب کی بجائے مستحسن کہنا چاہیے۔ یعنی اس نظام میں حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے۔ پارلیمانی نظام جسے شوریٰ نظام کے قریب کہا یا سمجھا جاتا ہے اُس میں اور اس میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام کے شوریٰ نظام میں دین یا یوں کہنا چاہیے قرآن و سنت کو اعلیٰ قانون (Suprem Law) ذہنا و عملاً تسلیم کیا جاتا ہے جب کہ غیر اسلامی پارلیمانی نظام میں تمام نظام حکومت پارلیمنٹ کے تابع ہوتا ہے اور پارلیمنٹ تشکیل پاتی ہے اراکین سے اور اراکین کو منتخب کرتے ہیں عوام اور نتیجہ کیا نکلا کہ اصلاً حاکم عوام ہی ہوتے ہیں یعنی حاکمیت عوام کی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ سیاست دان اپنی تمام بد اعمالیوں پر فیصلہ کے لیے عوام کی عدالت کا نعرہ لگاتے ہیں اور سیاست کا یہی وہ پہلو ہے جو اسلام کی روح کے خلاف ہے کہ اسلامی طرز حکومت میں احکام الہی یعنی فرائض جنہیں حقوق اللہ بھی کہا جاسکتا ہے، کو، حقوق العباد پر صرف ترجیح ہی نہیں دی جاتی بلکہ حقوق العباد..... عوام کی فلاح و بہبود..... کی تعیین و تشریح بھی اسلامی احکام ہی کی روشنی میں کی جاتی ہے۔ جبکہ پارلیمانی طرز حکومت یا غیر اسلامی نظام حکومت میں حقوق العباد کی تعیین و تشریح پارلیمنٹ کے ذریعے کی جاتی ہے اور یہی بہ ظاہر معمولی فرق دونوں طرز ہائے حکومت میں حد فاصل بن جاتا ہے۔

الاعتصام کے صفحات میں کبھی کبھار جمہوریت کے بارے میں جو لکھا جاتا ہے اس کے پس منظر میں ایک وجہ یہ حد فاصل ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ جمہوریت کو جن ممالک کی تقلید میں ہم یعنی ہمارے سیاست دان مستحسن گردانتے ہیں ان ممالک میں جمہوریت کے ذریعے برسر اقتدار آنے والے حکم ران اپنے وطن اور عوام کے لیے بایں طور مخلص ہوتے ہیں کہ وہ کاہنہ مختصر سے مختصر، جاہ حشم..... دفتری اور رہائشی آرائش و زیبائش..... نہ ہونے کے برابر، اقتدار ملنے کے بعد وہ اپنے ہر لمحے اور ہر عمل پر خود کو عوام..... جنہوں نے ان کو ووٹ دیے ہوتے ہیں..... کے سامنے جوابدہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مغربی ممالک کے کئی حکمرانوں کا اپنی چھوٹی بڑی شخصی کوتاہیوں کے باعث مستعفی ہو جانا اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی، وہ اپنی انتخابی مہم اپنے ہمدردوں کے عطیات سے چلاتے ہیں جن کا حساب وہ خود بھی رکھتے ہیں اور طلب کرنے پر دیتے بھی ہیں۔ ان ممالک کی جمہوریت میں عوام کے لیے بنیادی ضروریات امن، انصاف اور..... اپنے وطن کی حد تک..... دیانت کا عنصر غالب ہوتا ہے اور وہاں قانون حکم ران سے لے کر ایک عام شہری تک یکساں گرفت کر سکتا اور کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی ملک کے قانون میں

تیسری مرتبہ وزیراعظم بننے کی اجازت نہیں تو اس قانون کی پاسداری ہر سیاست دان کرتا ہے۔ ایسے ہی ہماری معلومات کے مطابق وہاں سیاسی جماعتیں نظریاتی اور وطن کے لیے مفید ترپالیسیاں بنانے پر میدان سیاست میں کودتی ہیں۔ اخبارات میں آمدہ خبروں کے مطابق وہاں پارٹی انتخابات باقاعدگی سے ہوتے ہیں۔ کسی سیاسی جماعت میں خاندانی وراثت اور گدی نشینی کا چلن نہیں، یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک کا مقبول ترین صدر یا پسندیدہ ترین وزیراعظم اپنی باری پوری کر کے بہت آسودگی سے اقتدار کی راہداریاں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ اور جو جمہوریت مغربی ممالک نے ہمارے ہاں ایکسپورٹ یا ہم نے امپورٹ کی ہے اس کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ اس نرالے پن میں بنیادی طور پر اس غلامانہ ذہنیت کا دخل ہے جس کی تشکیل میں صلیب نے اپنے دور استبداد میں بہت دوراندیشی سے اپنے غلاموں کی تربیت کی ہے، جس کا پہلا اور اہم نکتہ صلیب کی وفاداری پر جاگیروں کی عطا ہے کہ جس کو بیٹھے بٹھائے اتنی جاگیر مل جائے کہ اس کو پھر ساری عمر گھر بیٹھے ضرورت سے بھی بہت زیادہ دانہ دکا ملتا رہے اور مزارعوں اور نوکروں کی صورت میں خدمت گزار لاگ! تو پھر اس کو ساری عمر کچھ اور کرنے کی کیا ضرورت ہے اور جاگیر عطا کرنے والا جس قیمت میں چاہے اور جب چاہے وہ اس کو خرید سکتا ہے۔ یہ طبقہ اپنی خوئے غلامی کے باعث غاصب، جابر اور قاهر حکمرانوں کا ہمیشہ مدد و معاون رہا۔ دوسرا یہ کہ انگریز عوام اور حاکموں کے درمیان جو طبقاتی فاصلے کی بنیاد ڈال گیا ہے یعنی جو لوگ انگریز دور میں انگریزوں کے چھوٹے درجے کے مصاحب یا ملازم ہوتے تھے حاکم تک جانے کے لیے انگریز ان کو ایک سیڑھی بنا گیا کہ جن کے بغیر حاکم تک رسائی ممکن ہی نہ رہی۔ انگریز کے اپنے وطن لوٹ جانے کے بعد وہی..... سیڑھی بنا ہوا..... طبقہ حاکم بن گیا۔ جو انصاف حاصل کرنے کے لیے سفارش اور رشوت کا اہم ترین ذریعہ بن گیا۔

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں اگر مغرب میں جاری جمہوریت اور اپنے ہاں کی جمہوریت کا موازنہ کریں تو صاف سمجھ آتا ہے کہ

ہمارے ہاں سیاست کو جمہوریت کے نام پر ہمیشہ چند خاندانوں نے باندی بنائے رکھا۔ قیام پاکستان خصوصاً محمد علی جناح مرحوم کی وفات کے بعد ایک طویل عرصہ تک، سوائے چند ایک حکمرانوں کے، حکمرانی نوابوں، ٹوانوں، لغاریوں، مزاریوں اور قبروں کے گدی نشینوں کے حرم میں رہی یا پھر فوجی حکمران عوام پر کوڑے لہراتے حکومت کرتے رہے۔ لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا اعتراف جمہوریت کے بڑے بڑے مجنوں بھی کرتے ہیں کہ اقتصاد و معاش ہمیشہ فوجی حکمرانی ہی میں پھیلا پھولا۔ تا آں کہ ایک بڑے جاگیر دار نے اپنے علم، اعتماد اور ذور خطابت سے عوام پر ایک ایسا جادو کر دیا کہ ایک اکثریت اب تک اس کے سحر میں گرفتار ہے لیکن بزم خود اس کے معاشی انقلابی اقدامات یعنی بڑے کارخانے اور ملین قومیاں سے ملک میں کوئی معاشی انقلاب تو کیا آتا تھا الٹا صنعت کا پھیپہ جام ہو گیا، اور رات بھر میں لوگ عرش سے فرش پر اور شاہ سے گدا بن گئے جب کہ اس انقلابی لیڈر کے ڈیڈی نے پہلی بار وطن میں معیشت کے پیسے کو حرکت میں لا کر جو معاشی انقلاب پیا کر دیا اس کی ناکامی اس طاغوت کی وہ خواہش تھی جس کو ایک فوجی نے خاک میں ملا کر وطن عزیز میں صنعت کا پھیپہ چالو کر دیا تھا۔ اس نام کی انقلابی تحریک اور درحقیقت تحریاتی پالیسی سے وطن عزیز کے تاجروں اور صنعت کاروں نے سیاست میں بایں عنوان گھسنا شروع کر دیا کہ پاکستان میں اگر سب سے زیادہ نفع بخش ”تجارت“ سیاست ہی ہے تو پھر ہم..... تاجر اور صنعت کار..... اس بہتی لنگا سے ہاتھ کیوں نہ دھوئیں۔ وہ دن اور آج کا دن کہ سیاست میں تاجر و صنعت کار بھی جاگیر داروں کے ساتھ میدان سیاست میں آن وارد ہوئے ہیں اور اب اس گلزم نے وہ اودھم مچا رکھا ہے کہ میدان سیاست میں قوم کا خادم، وطن کے لیے مخلص اور اسلام و مسلم امہ کا خدمت گزار محدب شیشے سے بھی نظر نہیں آتا۔ اب ایک سابق وزیراعظم جملہ اقتدار میں تیسری بار گھسنے کے لیے بے تاب ہیں۔ دوسرے وزارت اعلیٰ سے عظمیٰ تک پہنچنے کے لیے اندھا دھند لگے ہوئے ہیں اور اقتدار کا بیڑا جن کے ہاتھ میں ہے وہ اس بیڑے کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ وطن عزیز میں کم و بیش ہر سیاست دان نے اپنی ذات ہر چیز پر مقدم کر رکھی ہے۔ باقی رہا اسلام یا نظام اسلام اس کا تو اب ذکر بھی کبھی سننے میں نہیں آیا کہ امریکہ نے اسلام کا حلیف بننے کے فائدے سمیٹنے کے بعد اسلام کو حریف بنا کر اب اس پر چاند ماری شروع کر رکھی ہے اور وہ اس مشن میں کامیاب ہے کہ وہ کہیں لجا کر، کہیں دبا کر اور کہیں دھک کر چاند ماری کا ایمونیشن بھی اپنے پرانے ذلہ خواروں اور پشتینی وفاداروں سے حاصل کر رہا ہے۔ بے شک وہ نام کے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں! والی اللہ المشتکی

تفسیر سورہ فاطر

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

مددگار کا کسی وقت پہنچنا ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کی نفی نہ کرتے۔ اس لیے دونوں اعتبار سے یہ آیت کفار کے دائمی عذاب کی دلیل ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ط فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ط وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا مَقْتًا ط وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا﴾ [فاطر: ۳۹]

”وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا، پھر جس نے کفر کیا تو اس کا کفر اسی پر ہے اور کافروں کو ان کا کفر ان کے رب کے ہاں ناراضی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا اور کافروں کو ان کا کفر ان کے رب کے ہاں خسارے کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔“

یہ خطاب عام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا، اور اس کے بعد تیسرا۔ یہ سارا سلسلہ اسی اللہ کا قائم کیا ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا ”یا خلیفۃ اللہ!“ تو انھوں نے فرمایا: ”میں اللہ کا نہیں، رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں۔“ (قرطبی)

”خلائی“ خلیفہ کی جمع ہے اور ”خلفاء“ خلیفہ کی جمع ہے۔ اس کا اصل مادہ ”خَلَفَ“ ہے جس کے معنی ”پیچھے“ کے ہیں جو ”قدام“ یعنی ”آگے“ کی ضد ہے۔ اور خَلَفَ کے معنی پیچھے رہ جانے اور کسی کا جانشین ہونے کے ہیں۔ جو درجے و مرتبے میں گرا ہوا ہو، نالائق ہوا سے بھی خَلَفَ کہتے ہیں، جیسے فرمایا:

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيَا﴾ [مریم: ۵۹]

﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ [فاطر: ۳۸]

”بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں جاننے والا ہے، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔“ یہ کفار کے دائمی عذاب کی ایک دلیل ہے، اور اس اشکال کا بھی جواب ہے کہ کفر و شرک کی زندگی تو محدود اور چند روز کی ہے، اس کے بدلے میں دائمی عذاب اللہ کی رحمت کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ہر چھپی اور مخفی بات کو جاننے والا ہے۔ تمام کے احوال اس پر آشکارا ہیں۔ انسانوں کے دلوں کی باتیں بھی وہی جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر ان کفار کو مہلت دے دی جائے تو وہ وہی کچھ کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں، اس لیے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ مہلت ملے تو ہم نیک زندگی گزاریں گے، یہ محض جھوٹ ہے۔ ہم ان کے جھوٹ کو خوب جانتے ہیں، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ رَدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نَهَوْا عَنْهُ وَانَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ﴾

[الأنعام: ۲۸]

”اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔“ اس لیے اگر دوبارہ انھیں زندگی دے دی جائے تو یہ پھر بھی وہی کچھ کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں۔ ہم نے کیا پہلے انھیں کم عمر دی تھی کہ آج یہ مہلت کا بہانہ ڈھونڈ رہے ہیں! نیز یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ فی الواقع ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا کیوں کہ اللہ ذوالجلال والاکرام کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں۔ اگر ان کے کسی

”پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔“

خليفة يا الخلافہ کے معنی دوسرے کا نائب ہونے کے ہیں، خواہ یہ نیابت کسی کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو یا موت کی وجہ سے یا محض نائب کے شرف و فضل کی غرض سے ہو۔

یہاں ”خلائف“ سے مراد پہلی نسل کے بعد ان کی جانشین نسل مراد ہے یا پہلی قوم یہود کے بعد بنو اسماعیل کی یا امت محمدیہ کی جانشینی بھی ہو سکتی ہے۔ یہود کو جس شرف و فضل سے نوازا گیا تھا وہ اپنی مسلسل بدعہدیوں کے نتیجے میں اس منصب کے اہل نہ رہے تو ان کی جگہ بنو اسماعیل کو ان کا جانشین بنایا۔ علامہ ابو حیان نے فرمایا ہے کہ ظاہراً یہ خطاب عام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مصداق اہل مکہ ہیں۔ (البحر المحيط)

خلافت اور ایک دوسرے کی جانشینی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دنیا دار القرائن نہیں دار الفنا ہے۔ یہاں کی لذتیں بھی عارضی اور یہاں کے آلام و مصائب بھی عارضی ہیں بلکہ یہاں کی ہر چیز عارضی ہے۔ جو بھی آیا ہے اس نے یہاں سے جانا ہے۔ آنے والوں کو چلے جانے والوں سے سبق سیکھنا چاہیے کہ انھوں نے اپنے پیچھے نیک نامی کمائی ہے یا بدنامی۔ انھوں نے توحید اور اتباع کی راہ اختیار کر کے اللہ کی رضا حاصل کی ہے یا شرک و کفر اور ضلالت کا طریقہ اختیار کر کے اللہ کی ناراضی مول لی ہے۔ اس لیے آنے والے اور دوسروں کا جانشین بننے والوں کو خبر دار رہنا چاہیے کہ اگر تم نے بھی نافرمانی کی اور وہی روش اختیار کی جو تم سے پہلوں نے اختیار کی تھی تو تم اسی انجام سے دوچار ہو گے جس سے وہ ہوئے تھے۔ یہ جانشینی اور خلافت بھی تمہیں متنبہ کر رہی ہے کہ یہ سلسلہ کسی کھنڈرے کا کھیل تماشا نہیں۔ ایک کی جگہ دوسرے کو یہاں لا بسانا بے مقصد اور ایک عبث شغل نہیں ہے۔ کسی خرابی کے بعد گھر تعمیر کرنے والے کا ایک مقصد ہوتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمکنت دی ہے اس میں بھی ایک مقصد کار فرما ہے اور وہ ہے تمہارا امتحان کہ تم کیا کرتے ہو، جیسا کہ سورۃ الاعراف (۱۲۹) اور یونس (۱۴) میں بیان ہوا ہے۔ اللہ نے تمہیں عقل و شعور عطا فرمایا، تمہیں سمجھانے کے لیے ”النذیر“ بھیجا۔ جس نے تمہیں تمہارے سابقین کے انجام سے خبردار کیا کہ اب تمہیں خود فیصلہ کرنا ہے کہ تم نے بھی نشانِ عبرت بنا ہے یا اطاعت گزار بن کے کامیاب ہونا ہے۔ یہ سارا نظام بتلا رہا ہے کہ ایک دن تم نے اپنے اللہ کے ہاں حاضر ہونا ہے، تب تمہیں وہ بتلائے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

﴿فَمَنْ كَفَرَ﴾ جو کفر و عصیان کی زندگی گزارے گا اس کا نقصان اور اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ اللہ کا اس میں کوئی نقصان نہیں۔ ایک شخص تو کیا:

﴿إِنْ تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَفِيرٌ حَمِيدٌ﴾ [ابراہیم: ۸]

”اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کریں تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔“

ان کا کفر اللہ کی ناراضی میں اور خود ان کے نقصان اور خسارے میں اضافے کا باعث بنے گا۔

﴿مَقْتًا﴾ کے معنی ناخوشی، ناراضی، ناپسندیدگی اور سخت غصے کے ہیں۔ اپنی ماؤں سے نکاح کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ [النساء: ۲۲]

”بے شک یہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی اور سخت غصے کی بات ہے اور برا راستہ ہے۔“

ایک اور مقام پر ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف: ۲، ۳]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بری بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔“

﴿خسار﴾ یعنی ”الخسر“ اس نقصان کو کہتے ہیں جو مال کے منافع کی بجائے، رأس المال میں ہو۔ دنیا میں انسان کی عمر اس کا رأس المال ہے۔ اسی سے سب کچھ بناتا اور بگاڑتا ہے۔ جس نے عمر اطاعت میں گزاری اس نے نفع کمایا اور جس نے نافرمانی میں صرف کی اس نے عمر ہی برباد کر دی۔ یا یوں سمجھیے کہ جس نے شرک کیا اور اللہ کے سوا دوسروں کی اس امید کے سہارے عبادت کی کہ یہ میرا سفارشی ہوگا، یہ مجھے اللہ کے قریب کر دے گا تو یہ اللہ کے تقرب کے بجائے اللہ کو مزید ناراض کرنے کا باعث بنے گا، اور نفع کی بجائے مزید نقصان کا سبب بنے گا۔

﴿قُلْ اِنَّكُمْ شُرَكَاءُ كُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُونِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى السَّمٰوٰتِ اَمْ اٰتَيْنَهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْهُ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾ [فاطر: ۴۰]

”کہہ دے: کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ زمین میں سے انھوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں سے ان کا کوئی حصہ ہے یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کو دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتے۔“

اس آیت مبارکہ میں معبودانِ باطلہ کی بے حقیقتی کا بیان ہے کہ اللہ کے سوا جن کی عبادت اور پوجا پاٹ میں تم نے انھیں اللہ کا شریک بنا رکھا ہے اور اپنی حاجات میں انھیں پکارتے ہو، کیا تم نے دیکھا ہے۔

﴿اِنَّكُمْ لَشُرَكَاءُ﴾ ”الف“ استفہام کے لیے ہے اور عموماً اسے

”اخبار و نفي“ کے معنی میں لیا گیا ہے یعنی مجھے اپنے شرکاء کے بارے میں بتلاؤ۔ کیوں کہ استفہام کا تقاضا یہی ہے کہ جب یہ کہا جائے ”أَرَأَيْتَ مَاذَا فَعَلَ زَيْدٌ؟“ تو سننے والا یہی کہتا ہے کہ وہ فلاں کام میں مشغول ہے۔ اگر استفہام کو خبر متضمن نہ ہو تو جواب یوں دیا جاتا ہے: میں نے دیکھا ہے یا میں نے نہیں دیکھا۔ اور ”أَرُونِي“ کو بعض نے ”أَرَأَيْتُمْ“ سے بدل بنایا ہے مگر ابو حیان نے کہا ہے کہ یہ جملہ تاکید کلام کے لیے ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کیا تم نے دیکھا ہے؟ مجھے بھی دکھاؤ۔ یہاں ”شرکاء کم“ میں اشارہ ہے کہ یہ تمہارے بنائے ہوئے شریک ہیں، اللہ نے تو انھیں اپنا شریک نہیں بنایا۔ بتلاؤ تمہارے ان شرکاء نے زمین اور آسمان کا کوئی حصہ بنایا ہے یا اس کے کسی حصہ کے مالک ہیں یا ان میں تصرف کی قدرت رکھتے ہیں؟

امام رازی فرماتے ہیں کہ بتلاؤ اگر تمہارے معبود عاجز ہیں تو ان کی عبادت کیوں کرتے ہو اور اگر سمجھتے ہو کہ ان میں قوت و قدرت ہے تو بتلاؤ زمین و آسمان میں سے کون سا حصہ انھوں نے بنایا ہے؟ جیسا کہ بعض کا خیال تھا آسمانوں میں معبود اللہ ہے اور زمین پر یہ ہمارے شرکاء ہیں۔ اور ان میں وہ بھی تھے جو کہتے تھے کہ اللہ نے آسمانوں کو فرشتوں کے تعاون سے بنایا ہے اور یہ بت انہی کی شکلیں اور صورتیں ہیں۔ بعض ایسے تھے جو کہتے تھے کہ زمین کے معاملات ستاروں سے وابستہ ہیں اور یہ بت ان ستاروں کی تشبیہیں ہیں۔ بعض یہ سمجھتے تھے کہ یہ فرشتے اللہ کے ہاں ہماری سفارش پر قادر ہیں، ان کی بدولت اللہ کا قرب حاصل ہو جائے گا۔ بتلاؤ انھوں نے زمین و آسمان میں سے کچھ بنایا ہے۔ جب ان کا اس میں کوئی حصہ نہیں تو عقل کا تقاضا ہے کہ وہ معبود بھی نہیں ہیں۔

﴿اَمْ اٰتَيْنَهُمْ كِتٰبًا﴾ ”یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے۔“ ”ہم“ کی ضمیر کا مرجع ”شرکاء“ بھی ہو سکتا ہے یعنی کیا تمہارے شرکاء کو ہم نے کوئی کتاب دی ہے جس میں لکھا ہو تم میرے شریک ہو

﴿بَلْ إِنْ يَعِدُ الظَّالِمُونَ﴾ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم رؤسا اور پیشوا اپنے زیر دستوں کو اور اپنے مریدوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ معبود تمہارے مددگار اور سفارشی ہیں۔ فلاں فلاں جگہ کے اختیار فلاں کے دائرہ عمل میں ہیں اور فلاں جگہ سے یہ اور یہ فوائد و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ یہ سب فریب ہے اور سب سے بڑے فریب کار شیطان نے بھی انہیں اسی دھوکے میں مبتلا کیا ہے۔ اور ان شرکاء کی عبادت کو ایسا خوب صورت انداز دے دیا ہے کہ وہ اسی پر فریفتہ ہو گئے ہیں۔



بقیہ: مسند الإمام أبی حنیفۃ للحارثی

اور ابوسامہ نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔ امام عقیلی نے اسے ”متروک الحدیث، یکذب ویضع الحدیث“ کہا ہے۔ حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ کوئی ادنیٰ کلمہ بھی اس کی توثیق و توصیف میں منقول نہیں، ملاحظہ ہو: میزان (۳۸۴/۱)، لسان (۹۰/۲-۹۱)، الکامل (۲۵/۲۹۵)، الضعفاء للعقيلي (۲۰۲/۱) وغیرہ۔ علامہ حلبی نے الكشف الحثیث (ص: ۱۲۰-۱۲۱) میں ذکر کر کے اس کے ”وضاع“ ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ علامہ خوارزمی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ امام بخاری نے اسے ”منکر الحدیث“ اور ابوسامہ اسے جھوٹا کہتے تھے۔

(جامع المسانید: ۲/۴۲۰)

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ننگ و آر ہے ایسے راوی کی روایت ثقات کی ایک جماعت کے مقابلے میں پیش کرنا کسی ”فتیہ“ کا شغل تو ہو سکتا ہے کسی محدث کا ہرگز نہیں۔



اور میں تمہاری سفارش رد نہیں کروں گا؟ یا ”ہم“ کا مرجع مشرکین ہیں یعنی ان مشرکین کے پاس کوئی نقلی دلیل ہے کہ ہم نے انہیں ان کی پرستش کی اجازت دی ہے؟ اگر ہم نے انہیں سجدے کرنے کی اجازت دی ہوتی تو کہا جاسکتا تھا کہ یہ بھی آدم کو سجدے اور کعبے کی طرف سجدے کے حکم کی مانند ہے مگر ہم نے تو ایسا حکم نہیں دیا۔ گویا عقلاً اور نقلاً کسی اعتبار سے بھی ان کا معبود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن پاک میں یہی اسلوب بیان اور مقامات پر بھی ہے، چنانچہ ایک جگہ فرمایا کہ یہ آسمان، یہ زمین، یہ پہاڑ، زمین میں ہر طرح کے جانور، آسمان سے بارش، پھر اس سے زمین کی ساری پیداوار، یہ سب کچھ تو اللہ کی مخلوق ہے:

﴿هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ بَلِ

الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ [لقمان: ۱۱]

”یہ ہے اللہ کی مخلوق تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے اس کے سوا کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔“ ایک جگہ فرمایا:

﴿أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾

[الرعد: ۱۶]

”یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے تو پیدائش ان پر گڈ مڈ ہو گئی ہے، کہہ دے: اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔“

شاید یہ اس مغالطے میں ہیں کہ ہمارے شریکوں نے بھی کچھ بنایا ہے۔ انھوں نے ایسی ہی مخلوق بنائی ہے جیسی اللہ نے بنائی ہے، اس لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کون سی اللہ نے بنائی اور کون سی ہمارے شرکاء نے بنائی۔ فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہر چیز اللہ ہی نے بنائی ہے، وہی سب پر غالب ہے اور باقی سب مغلوب ہیں۔

توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسمیہ: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

خطاب ﷺ کے پاس آیا اور ان سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ لوگوں نے مجھے کہا: اپنی جگہ پر رہو، وہ تیرے پاس آتے ہیں۔ میں ان کے دروازے کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ باہر تشریف لائے اور پانی منگوا کر وضو کیا، پھر اپنے موزوں پر مسح کیا۔ میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! کیا پیشاب کرنے کے بعد وضو کر کے موزوں پر مسح کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پیشاب یا پیشاب کے علاوہ جو بھی ناقض وضو ہو اس کے بعد وضو کرے تو مسح کرنا چاہیے۔ (بشرطیکہ مدت مسح باقی ہو۔)

باب: قرع الباب
دروازے کو کھٹکھٹانا

۱۱۱۱. عن أنس بن مالك، أن أبواب النبي كان تقرع بالأظفار. (صحیح)
”حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دروازوں کو ناخنوں سے کھٹکھٹایا جاتا تھا۔“

باب: إذا دخل ولم يستأذن
بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں داخل ہونا

۱۱۱۲. عن كلداء بن حنبل أخبره، أن صفوان بن أمية بعثه إلى النبي ﷺ في الفتح بلبن وجداية وضغابيس. قال أبو عاصم: يعني البقل، والنبي ﷺ بأعلى الوادي، ولم أسلم ولم أستأذن، فقال: ((ارجع، فقل: السلام

باب: كيف يقوم عند الباب؟

کسی کے دروازے پر کیسے اور کہاں کھڑا ہونا چاہیے؟
۱۱۰۹. عن عبد الله بن بسر صاحب النبي ﷺ كان إذا أتى بابا يريد أن يستأذن، لم يستقبله جاء يميناً وشمالاً، فإن أذن له وإلا انصرف. (حسن صحيح)
”حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کسی کے گھر جانے کے لیے اس کے دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت حاصل کرتے، اگر اجازت مل جاتی تو ٹھیک ورنہ واپس تشریف لے جاتے۔“

باب: إذا استأذن، فقال: حتى أخرج، أين يقعد؟
جب اندر آنے کی اجازت مانگی تو صاحب خانہ نے کہا: ابھی آتا ہوں تو انتظار میں کہاں بیٹھے؟
۱۱۱۰. عن معاوية بن حديج، عن أبيه قال: قدمت على عمر بن الخطاب رضي الله عنه فاستأذنت عليه فقالوا لي: مكانك، حتى يخرج إليك، فقعدت قريباً من بابه قال: فخرج إلى فدعا بماء فتوضأ ثم مسح على خفيه فقلت: يا أمير المؤمنين! أمن البول هذا؟ قال: من البول أو من غيره. (حسن الإسناد)
”حضرت معاویہ بن حدیج روایت کرتے ہیں کہ میں عمر بن

کو فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی شخص اندر آنے کی اجازت طلب کرے اور سلام نہ کہے اسے اندر آنے کی اجازت نہ دو۔ اور اسے کہہ دو کہ اجازت کی چابی لائے۔ عطاء کہتے ہیں: میں نے عرض کی: کیا سلام اجازت کی چابی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔“ یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے۔



بقیہ: مسائل حج و وراثت

﴿ان اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا﴾ کے اطلاق کے مطابق بیت اللہ الحرام ہر قسم کی نماز، خواہ فرض ہو یا نفل، عید ہو یا نماز جنازہ، کے لیے بنایا گیا ہے، اس لیے علمائے اسلام بالاتفاق بیت اللہ الحرام میں عید کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس پر متواتر عمل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ متواتر عمل ہے۔

اگرچہ مسجد نبوی بھی دوسری مساجد پر درجہ اور فوقیت رکھتی ہے۔ مگر اس درجہ و فضیلت کے باوصف آپ ﷺ تاحین حیات مسجد نبوی کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کے مشرقی حصے میں واقع عید گاہ میں عیدین کی نمازیں پڑھاتے رہے۔ تاکہ مسلمانوں کی افرادی کثرت اور شوکت اسلام کا مظاہرہ ہو۔ میرے خیال میں یہ ہے وہ وجہ جس کی وجہ سے آپ ﷺ عید کھلے اور وسیع گراؤنڈ میں پڑھاتے رہے۔

بہر کیف ہماری مساجد کو حرمین شریفین پر قیاس کرنا صحیح نہیں اور مساجد میں عیدین کی نماز پڑھنا عمل متواتر کے سراسر خلاف ہے۔ تاہم کسی شرعی عذر (بارش وغیرہ) کے موقع پر مسجد میں نماز عید پڑھنا بلاشبہ جائز ہے، ورنہ نہیں۔ هذا ما عندي واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔



علیکم، أَدْخِلْ؟) وذلك بعد ما أسلم صفوان. قال عمرو: وأخبرني أمية بن صفوان بهذا، عن كلفة ولم يقل: سمعت من كلفة.

(صحیح)

”حضرت کلدہ بن حنبلؒ سے روایت ہے صفوان بن امیہؒ نے مجھے فتح مکہ کے دن دودھ، بکری کا بچہ (جو کہ بھنا ہوا تھا) اور ترکاریاں دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ ﷺ اس وقت وادی مکہ کے بالائی حصے میں مقیم تھے۔ کلدہ بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہ سلام کیا اور نہ اجازت مانگی، آپ ﷺ کے پاس چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”واپس جاؤ اور باہر جا کر کہو: السلام علیکم، کیا میں اندر آ جاؤں؟“ یہ واقعہ حضرت صفوان کے قبول اسلام کے بعد کا ہے۔ صفوان کے پوتے عمرو کا بیان ہے کہ یہ واقعہ امیہ بن صفوان نے مجھے بیان کیا لیکن یہ نہیں کہا کہ میں نے اسے کلدہ بن حنبل سے سنا ہے۔

۱۱۱۳. عن أبي هريرة، أن رسول الله ﷺ قال: ((إذا أدخل البصر فلا إذن له.)) (ضعيف) ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب کسی نے اجازت حاصل کرنے سے پہلے اندر جھانک لیا تو اس کے لیے اجازت نہیں ہے۔“

باب: إذا قال: أدخل؟ ولم يسلم

جب کسی نے کہا اندر آ جاؤں اور سلام نہ کیا ۱۱۱۴. عن عطاء قال: سمعت أبا هريرة يقول: إذا قال: أَدْخِلْ؟ ولم يسلم فقل: لا حتى تأتي بالمفتاح، قلت: السلام؟ قال: نعم.

”حضرت عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے

مسائل حج و وراثت

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم سعودی عرب

مفتی عبید اللہ خان عقیف رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامع مسجد امانۃ العزیز اہل حدیث، رحمت ٹاؤن، فیصل آباد)

حج کے مسائل

سوال: کیا احرام کا کپڑا دھونے کے لیے دوسرے کپڑے پہننا جائز ہے؟

جواب: احرام کا کپڑا دھونا اور اس کے بدلے میں دوسرے دھلے ہوئے یا نئے کپڑے پہننا جائز ہے۔

سوال: نیت اور تلبیہ سے قبل احرام کے کپڑوں پر خوشبو لگانا کیسا ہے؟

جواب: احرام کے کپڑوں پر خوشبو نہیں لگانا چاہیے۔ سنت یہ ہے کہ آدمی اپنے بدن میں خوشبو لگائے۔ سر، داڑھی اور دونوں بغلوں میں لگائے۔ احرام کی نیت کرتے وقت احرام کے کپڑوں میں خوشبو نہ لگائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں زعفران یا دوسری خوشبو لگی ہو۔ اس لیے اگر کسی نے اپنے احرام کے کپڑوں میں خوشبو لگالی تو اسے چاہیے کہ اسے دھو ڈالے یا دوسرے کپڑے پہنے۔

سوال: اگر محرم کو یہ ڈر ہو کہ وہ کسی بیماری یا کسی عارضے کی وجہ سے حج یا عمرہ ادا نہیں کر پائے گا، تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ایسا شخص احرام کے وقت یہ کہے کہ اگر مجھے کسی جگہ کوئی مانع پیش آ گیا تو میرا احرام وہیں کھل جائے گا۔ سنت یہی ہے کہ اگر مانع پیش آنے کا ڈر ہو تو شرط لگا دے کیونکہ رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ جب ضامہ بنت الزبیر بن عبدالمطلب نے آپ ﷺ سے کسی مرض کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

سوال: کیا عورت کسی بھی لباس میں احرام باندھ سکتی ہے؟

جواب: ہاں، عورت جس لباس میں چاہے احرام باندھے، عورت

کے لیے احرام کا کوئی مخصوص لباس نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ اس کے احرام کے کپڑے ایسے سادہ ہوں جو کسی فتنے کا باعث نہ بنیں۔ اگر خوب صورت کپڑوں میں احرام کی نیت کر لے تو جائز ہے، لیکن افضل نہیں۔ مرد کے لیے افضل یہ ہے کہ دو سفید کپڑوں (تہبند اور چادر) میں احرام باندھے۔ اگر سفید نہ ہوں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے طواف میں ہرے رنگ کی چادر استعمال کی۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ استعمال کیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سفید کے علاوہ دوسرے رنگ کے کپڑے بھی احرام میں استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

سوال: ہوائی جہاز سے آنے والا آدمی حج یا عمرے کی نیت کب کرے گا؟

جواب: ہوائی یا سمندری راستے سے آنے والا خشکی کے راستے سے سفر کرنے والے کی طرح جب میقات کے سامنے پہنچے تو احرام باندھ لے۔ یا ہوائی اور سمندری جہاز کی رفتار کو مد نظر رکھتے ہوئے بطور احتیاط میقات آنے سے کچھ قبل احرام باندھے۔

سوال: کیا عورت ایام حج میں مانع حیض گولیاں استعمال کر سکتی ہے؟

جواب: اس میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ اس میں فائدہ اور مصلحت ہے، تاکہ لوگوں کے ساتھ طواف کر سکے، اور یہ کہ رفقائے سفر تھل میں نہ پڑ جائیں۔

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط﴾ [النساء: ۱۱]

”اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دو گنا ملے گا۔ پس اگر بیٹیاں دو سے زیادہ ہوں تو کل ترکے (جائیداد) میں سے دو تہائی ملے گا۔ اور اگر ایک ہی بیٹی ہو (بیٹا کوئی نہ ہو) تو اس صورت میں کل ترکے (جائیداد) کا نصف حصہ ملے گا۔“

یعنی اکیلی بیٹی صرف آدھی جائیداد کی مالک (حصہ دار) ہے اس سے زیادہ کی ہرگز نہیں۔

ترکے کی تقسیم سے پہلے مرنے والے کا قرض ادا کر کے اور اگر وصیت بھی ہو تو اس پر عمل کرنے کے بعد جو جائیداد بچے گی اس میں سے آدھی جائیداد بیٹی کو ملے گی۔ هذا ما عندي واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب في يوم الحساب .

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ جنوری ۲۰۱۱ء میں میرے شوہر کی وفات ہو گئی ہے اور میری اولاد نہیں۔ شادی صرف ۲ سال سے بھی کم عرصے کے لیے قائم رہی ہے۔ میرے شوہر نے مجھے شادی کے دن تحفہ زیور دیا اور وہ مجھے دے کر اس بات پر قائم رہے کہ اسے جیسے مرضی استعمال میں لاؤ۔ زیور صرف تین تولے ہے۔ اس کے علاوہ میرے شوہر پر ۷، ۸ لاکھ قرض ہے۔ جنازہ پڑھانے سے قبل جب مولوی صاحب نے پوچھا کہ نعیم کے قرض کی ذمہ داری کون لیتا ہے تو نعیم کے دو بھائیوں نے حلفاً کافی لوگوں کی موجودگی میں ذمہ داری اٹھائی کہ قرض ہم چکائیں گے۔ میرے شوہر کا ترکہ پانچ مرلے کا ڈبل سٹوری مکان اور ایک موٹر سائیکل ہے۔ مکان بھی صریحاً ان کے نام رجسٹر ہے جس میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا شامل و شریک نہیں اور موٹر سائیکل کی کاپی بھی انھیں کے نام ہے۔ میرے شوہر

سوال: اگر عورت کو حالت احرام میں حیض یا نفاس آجائے تو کیا وہ طواف کر سکتی ہے؟ اگر نہیں تو اسے کیا کرنا ہوگا؟ اور کیا اس کے لیے طواف وداع ہے؟

جواب: حیض یا نفاس والی عورت طہارت کا انتظار کرے گی۔ پاک ہونے کے بعد طواف اور سعی کرے گی اور بال کٹوا کر عمرہ پورا کر لے گی۔ اور اگر عمرے کے بعد یا آٹھویں ذوالحجہ کوچ کا احرام باندھنے کے بعد حیض یا نفاس آجائے تو حج کے تمام اعمال ادا کرے گی۔ وقوف عرفہ و مزدلفہ، کنکریاں مارنا، تلبیہ و ذکر الہی سب کچھ کرے گی، اور پاک ہو جانے کے بعد حج کا طواف اور سعی کرے گی۔ اور اگر حج کے طواف و سعی کے بعد حیض یا نفاس آئے تو طواف وداع ساقط ہو جائے گا اس لیے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت پر طواف وداع نہیں ہے۔

سوال: اگر طواف یا سعی پوری کرنے سے قبل نماز کے لیے اقامت ہو جائے تو حاجی یا عمرہ کرنے والوں کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: پہلے نماز پڑھے، اس کے بعد طواف یا سعی کو جس جگہ چھوڑا ہے، وہاں سے پورا کرے۔

وراثت کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ میری کوئی زینہ اولاد نہیں، صرف ایک بیٹی ہے۔ میرے ترکے سے اسے کتنا حصہ ملے گا؟ شرعی فتویٰ جاری فرمایا جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ ترکے کی تقسیم غلط طریقے سے کی جائے اور میں عند اللہ ذمہ دار قرار پاؤں۔ میرے دو مکان اور دو دکانیں ہیں، اور چھ ایکڑ زرعی اراضی ہے۔ (حاجی محمد شریف گجر، مکان نمبر: S 15)

جواب: بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں واضح ہو کہ آپ کی کل جائیداد (دو مکانات، دو دکانیں اور چھ ایکڑ اراضی) میں نصف جائیداد آپ کی بیٹی کو ملے گی، اس سے زیادہ نہیں، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کے والد حیات ہیں۔

آپ براہ مہربانی شرعاً زیور کے متعلق، وراثت میں میرے حصے کے متعلق اور بھائی قرض کی حلفاً ذمہ دارے لے چکے ہیں اس کی وضاحت فرمادیں۔ مکان کی ملکیت ۳۰ سے ۳۲ لاکھ ہے۔ قرض باہر کے کسی فرد کا نہیں گھر والے ہی دعوے دار ہیں اور ان کے پاس تحریراً یا حلفاً قرض کا کوئی ثبوت بھی نہیں ہے۔

المختصر تین سوال ہیں: میرے حصے کے بارے میں شریعت کا فیصلہ۔ ہدیہ کے زیور کے بارے میں کہ آیا وہ وراثت میں شامل ہوگا کہ نہیں۔ اور قرض کے بارے میں جس کا حلف بھائی اٹھا

چکے ہیں کہ وہ ترکہ سے ادا ہوگا یا اس کے ذمہ دار بھائی ہی ہیں۔

جواب ۱: بشرط صحت سوال اگر واقعی نعیم مقروض فوت ہوا ہے اور اس کے دو بھائیوں نے اس کے قرض کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لی ہے اور اپنے اس عہد و وعدے پر قائم ہیں تو اس صورت میں نعیم مرحوم کی بیوی کو اس کے ترکے (مکان اور موٹر سائیکل) میں سے ۱/۴ حصہ ملے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾

[النساء: ۱۲]

”عورتوں (بیویوں) کو خاوند کے ترکے میں سے چوتھا حصہ

ملے گا اگر خاوندوں کی اولاد نہ ہو۔“

باقی ماندہ تین چوتھائی نعیم کے والد کو مل جائے گا اور نعیم کے بھائی مرحوم رہیں گے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِلْمِائَةِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِلْمِائَةِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دِينَ ط﴾

[النساء: ۱۱]

یعنی اگر مرنے والے کی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی وارث ہوں تو اس کی والدہ کو ۱/۳ حصہ ملے گا۔ اگر میت کے بھائی موجود ہوں تو اس کی والدہ کو ۱/۶ چھٹا حصہ ملے گا۔ باقی

باپ لے جائے گا، بھائی مرحوم رہیں گے۔

①: اگر واقعی نعیم مرحوم نے تین تولہ سونا بیوی کو تحفتاً یعنی ہبہ کر دیا تھا تو یہ ترکے میں شامل نہ ہوگا۔ وہ بیوہ کا حق ہے۔

②: اگر بھائی اپنے عہد پر قائم ہیں تو قرض کی ادائیگی انہی کے ذمہ ہے۔ اگر وہ اپنے وعدے سے منحرف ہو جائیں تو پھر سب سے پہلے نعیم کے ترکے (جائیداد) میں سے سات یا آٹھ لاکھ قرض ادا کیا جائے گا بشرطیکہ نعیم سچ مچ مقروض مرا ہو، پھر باقی جائیداد کا ایک چوتھائی بیوی کو ملے گا۔ باقی ماندہ والد کو مل جائے گا۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

سوال: ہمارے علاقے میں عید گاہ (صرف عید پڑھنے کے لیے)

بنائی گئی تھی۔ کچھ عرصے بعد اس عید گاہ میں مدرسہ و مسجد بھی بنادی گئی ہے اور حسب سابق عید بھی لوگ اسی جگہ پڑھتے ہیں۔ اب مسئلہ کچھ اس طرح اٹھایا گیا ہے کہ یہ جگہ عید گاہ نہیں رہی، لہذا عید کسی دوسری کھلی جگہ پڑھی جائے۔ آیا ہم عید اس جگہ ہی پڑھ سکتے ہیں یا کسی اور جگہ، جہاں مسجد و مدرسہ نہ ہو، عید پڑھیں؟ حرمین شریفین (بیت اللہ و مسجد نبوی) میں عیدین کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں؟ اگر مسجد نبوی یا بیت اللہ میں پڑھی جاتی ہیں تو ہم پاکستانی مساجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے

جو متواتر عمل ثابت ہے وہ تو یہی ہے کہ شہر سے باہر کھلے میدان میں یا شہر کے کسی کھلے گراؤنڈ میں عیدین کی نمازیں پڑھی جائیں، جیسا کہ سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ بارش کی وجہ سے صحابہ کرام کو مسجد نبوی میں عید کی نماز پڑھادی تھی۔ مگر یہ حدیث ضعیف اور منکر ہے۔ تاہم بارش وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں نماز عید پڑھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ہماری مساجد کو بیت اللہ الحرام پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ (باقی صفحہ نمبر ۹ پر)

اعمال حج اور ان کے احکام

شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق حسینی رحمہ اللہ

لیے اذیت کا باعث ہوگئی ہیں تو وہ سرمنڈا سکتا ہے، مگر اس کو کفارہ دینا پڑے گا، یعنی ایک بکری ذبح کرے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا تین روزے رکھے۔

⑤ نکاح کرنا، نکاح کرانا، منگنی کا پیغام دینا: ”لا ینکح المحرم ولا ینکح ولا یخطب۔“

(صحیح مسلم)

⑥ خوشبو لگانا: ایک صحابی نے احرام کی حالت میں خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”تین دفعہ دھو کر اس خوشبو کو دور کرو۔“ (متفق علیہ)

⑦ قیص پہننا، عمامہ باندھنا، شلوار پہننا۔
⑧ موزے پہننا: یہ لباس مرد کے لیے منع ہے، عورت پہن سکتی ہے۔ عورت کے لیے صرف دستانہ پہننا اور برقع اوڑھنا منع ہے۔

حرم مکہ:

مکہ مکرمہ کے گرد گردکئی کئی میل تک کی جگہ حرم کہلاتی ہے۔ جگہ جگہ نشانات کے ذریعے اس کی تعیین کردی گئی ہے۔ یہ حد مکہ شہر سے کسی طرف تین میل دور ہے اور کسی جانب آٹھ دس میل۔ یہ بڑا مبارک خطہ ہے۔ وہاں پہنچیں تو اس کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے امن والا حرم بنایا ہے، اور اس کے حدود میں جنگ و قتال قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔ یہاں محرم اور غیر محرم کے لیے شکار کھیلنا، حرم کے درخت کاٹنا، ”اذخر“ کے علاوہ دوسری ہر طرح کی گھاس اکھاڑنا، کسی کی گری ہوئی چیز اٹھانا (اگر اعلان کرنے کے لیے اٹھائے تو جائز ہے) حتیٰ کہ سائے میں بیٹھے ہوئے جانور کو بھگا کر خود اس کی جگہ بیٹھنا بھی حرام اور ممنوع ہے۔

ممنوعاتِ احرام:

جب میقات پر پہنچ کر حج یا عمرے کا احرام باندھ لیتے ہیں تو شرعاً احرام باندھنے والوں پر کچھ پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے، بصورت دیگر کفارہ دینا پڑتا ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں حج بھی فاسد ہو جاتا ہے، اور کفارہ بھی دینا پڑتا ہے۔ ان پابندیوں کو ممنوعات یا محظوراتِ احرام کہتے ہیں، اور جب تک احرام رہتا ہے، یہ بھی باقی رہتی ہیں۔ وہ ممنوعات یہ ہیں:

① رفث: شہوانی باتیں، یعنی جماع اور اس کے متعلقات۔

② ہر قسم کی نافرمانی اور گالی گلوچ۔

③ جدال: رفقاء وغیرہ سے لڑائی جھگڑا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ط﴾ [البقرة: ۱۹۷]

یعنی جو شخص حج کا احرام باندھ لے اس کو جماع اور اس کے

متعلقات، نافرمانی، گالی گلوچ، لڑائی، جھگڑا اور فتنہ و فساد نہیں

کرنا چاہیے۔

④ خشکی کا شکار کرنا جیسے ہرن، خرگوش، کبوتر اور بیڑ وغیرہ:

﴿حَرَّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ط﴾ [المائدة: ۹۶]

”جب تک تم حالت احرام میں ہو، تم پر خشکی کا شکار حرام ہے۔“

⑤ سرمنڈانا یا کترنا:

﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ط﴾

[البقرة: ۱۹۶]

”جب تک قربانی ذبح نہ ہو جائے، اپنا سر نہ منڈاؤ۔“

ہاں، اگر کسی کے سر میں اس قدر جوئیں پڑ جائیں کہ وہ اس کے

”اے اللہ! اس گھر کی شرافت و عظمت، عزت و بزرگی اور شان و شوکت میں اضافہ فرما۔ اور جو لوگ حج یا عمرہ کر کے اس کی بزرگی اور حرمت کا حق ادا کرتے ہیں، ان کے شرف و عظمت میں بھی ترقی دے۔“

اس کے علاوہ اور بھی دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعائیں کر سکتے ہیں۔

بیت اللہ کا طواف اور حجرِ اَسود کو بوسہ دینا:

دعا اور مناجات سے فارغ ہو کر طواف کرنے کے لیے پہلے سیدھے حجرِ اَسود کے پاس آئیں جو بیت اللہ کے جنوب مشرقی کونے میں نصب ہے۔ نہایت ادب و احترام اور بڑے ہی عجز و انکساری کے ساتھ اس کو بوسہ دیں اور یہ دعا پڑھیں:

”بسم اللہ اکبر۔ أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.“

”میں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت بڑا ہے حجرِ اَسود کو بوسہ دیتا ہوں۔ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، نیز میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔“

اس کے بعد خانہ کعبہ کو بائیں جانب رکھ کر اس کا سات دفعہ طواف کریں۔ طواف کے ہر پھیرے میں حجرِ اَسود کو بوسہ دیں اور مذکورہ بالا دعا پڑھیں۔ اگر ”بسم اللہ واللہ اکبر“ پر اکتفا کر لیں تب بھی جائز ہے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکیں تو ہاتھ یا چھڑی سے چھو کر اس کو بوسہ دے لیں۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو دور سے کلمات مذکورہ کہتے ہوئے حجرِ اَسود کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے آگے گزر جائیں۔

اضطباع:

طواف شروع کرنے سے پہلے اضطباع کر لیں۔ پھر اسی حالت میں سارا طواف پورا کریں۔ اضطباع یہ ہے:

احرام کی اوپر والی چادر کا وہ حصہ جو دائیں کندھے پر ہے،

یہاں ہرن پکڑنے سے ایک بکری اور شتر مرغ شکار کرنے سے ایک اونٹ تاوان دینا پڑتا ہے۔ اگر کوئی ایسا جانور مار ڈالے جس کی نظیر نہیں ملتی تو اس کے متعلق دو صاحبِ عدل جو فیصلہ کریں، وہ تاوان ادا کرنا ہوگا۔

ہاں، چند موذی جانور جو انسان کو ایذا پہنچاتے ہیں، ان کی ”حلت“ اور ”حدودِ حرم“ میں محرم اور غیر محرم کے لیے قتل کرنا جائز ہے، مثلاً: دیوانہ کتا، بھیڑیا، کوا، چیل، چوہا، سانپ، بچھو اور بھڑ وغیرہ۔

دخول مکہ:

حدودِ حرم میں داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد مکہ شریف آ جاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ شہر سے باہر وادیِ محصب میں (جسے بطحاء اور ذی طویٰ بھی کہتے ہیں) ڈیرہ ڈال دیں۔ رات یہیں بسر کریں۔ اگلے روز صبح کے وقت غسل کر کے فجر کی نماز پڑھیں اور سورج نکلنے کے بعد شہر میں داخل ہوں۔ رسول اللہ ﷺ ”کداء“ نامی گھاٹی سے داخل ہوئے تھے جو مکہ معظمہ میں بجانبِ بلندی واقع ہے، اور اس کے سامنے مکہ مکرمہ کا مشہور قبرستان واقع ہے، جسے باب المعلیٰ یا جنتہ المعلیٰ کہتے ہیں۔ آپ بھی اسی راستے داخل ہونے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو سکے تو جس وقت اور جس طرف سے چاہیں داخل ہو جائیں، جائز ہے۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے وضو کر کے ”باب السلام“ پھر ”باب بنو شیبہ“ سے:

”اللهم افتح لي أبواب رحمتك وفضلك.“

کہتے ہوئے مسجدِ حرام میں داخل ہوں۔ آنحضرت ﷺ اسی راستے سے مسجدِ حرام میں تشریف لائے تھے۔

بیت اللہ کو دیکھنے کی دعا:

”باب بنو شیبہ“ سے داخل ہوتے ہی بیت اللہ شریف نظر آنے لگتا ہے، چنانچہ اسے دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھیں:

”اللهم زد هذا البيت تشريفا وتعظيما وتكريما

ومهابة وبراء، وزد من شرفه وكرمه ممن حجه

أو اعتمره تشريفا وتعظيما.“ [مناسك ابن تيميه]

آنحضرت ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان فاصلے میں بہ کثرت یہ دعا پڑھا کرتے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَ
قِنَا عَذَابَ النَّارِ . (ابوداؤد)

بیت اللہ کے باقی حصے کا طواف کرتے وقت یہ ذکر کریں:

”سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ

اکبر، لا حول ولا قوۃ الا باللہ .“

”اللہ پاک و منزہ اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ اس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ بہت بڑا ہے۔ گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی وہی توفیق عطا کرتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بیت اللہ کا سات دفعہ طواف کرے، اور مذکورہ ذکر کے بغیر کوئی کلام زبان پر نہ لائے تو اس کے دس گناہ دور ہو جاتے ہیں، دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس درجے بلند ہو جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

تنبیہ: بیت اللہ کے دونوں شمالی کونوں کو بوسہ دینا یا ہاتھ سے چھونا جائز نہیں ہے۔

حطیم:

خانہ کعبہ کی شمالی جانب متصل ہی نصف دائرے کی شکل میں تقریباً چار فٹ اونچی دیوار بنی ہوئی ہے۔ اس کے اندرونی حصے کو حطیم کہتے ہیں۔ یہ دراصل بیت اللہ ہی کا حصہ ہے جو قلت سرمایہ کی وجہ سے تعمیر میں شامل نہیں ہو سکا تھا اور اب تک اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ لہذا اس کے باہر سے طواف کریں۔ اگر کوئی شخص حطیم میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے بیت اللہ کے اندر جا کر نماز پڑھی۔

مقام ابراہیم:

بیت اللہ کا طواف (سات چکر) پورا کرنے کے بعد حجر اسود کو بوسہ دیں اور ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰہِیْمَ مُصَلِّی﴾ پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم پر آئیں۔

یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر

دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر پچھلی طرف ڈال لیں اور دایاں کندھا نیگا رکھیں۔

آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام سے عمرے میں یا حج کے پہلے طواف میں ایسا ہی کرنا ثابت ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

رمل:

طواف کرتے وقت رمل کرنا بھی سنت ہے۔ اور وہ یہ ہے:

پہلے تین چکروں میں پہلوانوں کی طرح کندھے ہلا کر اور چھوٹے چھوٹے قدموں سے دوڑ کر چلیں۔ باقی چار چکر میں آہستہ آہستہ چلیں۔

رمل حجر اسود سے حجر اسود تک ہے۔ راستے میں کسی جگہ نہ ٹھہریں۔ عورت کے لیے رمل اور اضطباع نہیں ہے۔ یہ دونوں فعل پہلے طواف کے ساتھ مخصوص ہیں۔ رمل صرف پہلے تین چکروں میں ہوتا ہے اور اضطباع پورے طواف میں جاری رہتا ہے۔ اس کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

رکن یمانی:

حجر اسود کی سمت بیت اللہ کا مغربی کونہ رکن یمانی کہلاتا ہے۔ طواف کے ہر پھیرے میں اس کو چھونا سنت ہے مگر بوسہ دینا جائز نہیں۔ اس کو ہاتھ لگاتے وقت یہ دعا پڑھیں:

”اٰلہم اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ . رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ .“

”اے اللہ! میں تجھ سے گناہ کی معافی اور دنیا و آخرت کی عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا و آخرت میں ہر طرح کی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“

حدیث میں آیا ہے جو شخص یہ دعا کرتا ہے، رکن یمانی کے پاس متعین شدہ ستر (۷۰) فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

أبواب فضلك . “ (یا اللہ! میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے) کہتے ہوئے باہر نکلیں۔ صفا پہاڑی کا رخ کریں اور یہ کلمات پڑھتے ہوئے اس پر چڑھ جائیں:

”إن الصفا والمروة من شعائر الله . أبداً بما بدأ الله به .“

”صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں۔ میں اس پہاڑی سے سعی شروع کرتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے پہلے نام لیا ہے۔“
پھر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھائیں اور تین دفعہ اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ دعا پڑھیں:

”لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير . لا إله إلا الله وحده ، أنجز وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده .“ (مسلم)

”اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کی ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں، ہر چیز پر اس کی قدرت حاوی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تنہا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد کی اور اکیلے نے کفار کی فوجوں کو ہرا دیا۔“

اس کے بعد جو دعا چاہیں مانگیں۔ اگر عربی نہیں آتی تو اپنی زبان میں ہی تضرع اور عاجزی سے دعا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی زبان جانتا ہے۔ اس کے بعد پھر پہلے کلمات (لا إله إلا الله وحده إلخ) سارے پڑھیں اور (دروہ کے بعد) دین و دنیا کی بھلائی کی دعائیں مانگیں۔ اپنے اور اپنے عزیزوں کے لیے مغفرت طلب کریں۔ تیسری بار پھر وہی کلمات (لا إله إلا الله وحده إلخ) کہیں اور (دروہ کے بعد) الحاج و زاری کے ساتھ اپنی حاجات اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔

(صحیح مسلم بحوالہ مشکوٰۃ)

کرتے تھے۔ اب یہ پتھر حجر اسود کی مشرقی جانب مطاف سے باہر ایک حجرے میں بند ہے۔ اس کے پیچھے قبلہ رخ کھڑے ہو کر دو رکعت نماز نفل پڑھیں۔ یہ طواف کے نفل ہیں اور ہر طواف کے بعد اسی جگہ پر پڑھنے سنت ہیں۔ پہلی رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور دوسری میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہو کر یوں دعا کریں:

”اللهم إنك تعلم سري وعلايتي فاقبل معذرتي ، وتعلم حاجتي فأعطني سؤلي ، وتعلم ما في نفسي فاغفر لي ذنوبي . اللهم إنني أسألك إيمناً يباشر قلبي و يقيناً صادقا حتى أعلم أنه لا يصيبني إلا ما كتبت لي ورضا بما قسمت لي يا أرحم الراحمين!“

(طبرانی)

”اے اللہ! تو میرے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے (میں معذرت کے لیے آیا ہوں) میری معذرت قبول فرما۔ تو میری ضروریات سے واقف ہے، انھیں پورا کر۔ میرے دل کی کثافتیں تجھے معلوم ہیں، میرے گناہوں پر قلم عفو پھیر دے۔ ایسا ایمان دے جو میرے دل کے ریشہ ریشہ میں سما جائے۔ ایسا سچا یقین عطا فرما کہ میں جان لوں کہ مجھے وہی چیز حاصل ہوگی جو تو نے میرے لیے لکھ دی ہے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! مجھے اپنے مقوم پر راضی رہنے کی توفیق بخش۔“

اس کے علاوہ قرآن وحدیث میں منقول جو دعائیں یاد ہوں پڑھیں اور خوب رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور دین ودنیا کی حاجات طلب کریں۔

صفا، مروہ کے درمیان سعی:

طواف سے فارغ ہو کر حجر اسود کے پاس آئیں۔ اسے بوسہ دے کر ہاتھ سے چھو کر ”باب الصفا“ سے ”اللهم افتح لي

احرام باندھ لیں، اور جن کا احرام پہلے سے موجود ہے وہ اسی کے ساتھ سورج نکلنے کے بعد لبیک پکارتے، تکبیر و تہلیل کہتے یا کوئی اور ذکر اذکار کرتے ہوئے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں جو مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پہنچ کر پانچ نمازیں (ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر) امام کی اقتدا میں جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ رات یہیں بسر کریں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور توبہ واستغفار میں مصروف رہیں۔ کسی وقت قرآن کریم کی تلاوت بھی کر لیں۔

۹ ذوالحجہ اور عرفات کی طرف روانگی:

آج سورج نکلنے کے بعد عرفات کی طرف جانے کے لیے تیار ہو جائیں۔ عرفات منیٰ سے ۶ میل اور مکہ سے ۹ میل ہے۔ راستے میں ۳ میل کے فاصلے پر ایک مقام ”مزدلفہ“ آتا ہے، وہاں سے عرفات کو دور راستے جاتے ہیں، ایک دائیں طرف سے جسے طریق ”صب“ کہتے ہیں اور دوسرا بائیں جانب سے جسے طریق ”مازین“ کہا جاتا ہے۔ عام طور پر لوگ اسی راستے سے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ”صب“ کے راستے تشریف لے گئے تھے۔ اس لیے آپ بھی اسی (صب کے راستے) سے جانے کی کوشش کریں اور وادی نمرہ میں جا کر ٹھہر جائیں۔ یہ مقام عرفات سے بالکل متصل ہے۔ دوپہر اسی جگہ گزاریں۔ سورج ڈھلتے ہی غسل کر کے مسجد نمرہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے اپنے ڈیرے سے نکل آئیں۔ پہلے امام کا خطبہ سنیں، پھر امام ظہر کے وقت دو نمازیں، پہلے ظہر اور پھر عصر، اکٹھی پڑھائے گا۔ اگر آپ کسی وجہ سے جماعت میں شریک نہیں ہو سکے تو اسی طرح اکیلے ہی دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھ لیں۔

اس کے بعد میدان عرفات میں چلے جائیں۔ یہ بہت لمبا چوڑا میدان ہے۔ جہاں چاہیں کھڑے ہو جائیں۔ وہاں ایک سیاہ پتھروں والی پہاڑی ہے جسے جبل الرحمة کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں وقوف فرمایا تھا۔ بہتر ہے آپ بھی وہاں یا اس کے آس پاس کھڑے ہونے کی کوشش کریں۔ پھر قبلہ رخ ہو کر غروب آفتاب تک تسبیح و تحمید، تکبیر و تہلیل اور لبیک پکارنے میں مصروف رہیں۔ قرآن

پھر ہاتھ منہ پر پھیر کر مروہ کی طرف چلیں۔ سبز نشان پر پہنچ کر دوڑنا شروع کر دیں اور اگلے سبز نشان تک دوڑتے جائیں۔ راستے میں یہ دعا پڑھیں:

”رب اغفر وارحم، وأنت الأعز الأکرم۔

(ابن ابی شیبہ)

”اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ تو بہت

عزت اور بزرگی والا ہے۔“

سبز نشان پر پہنچ کر آہستہ چلیں۔ مروہ پر چڑھ کر قبلہ رخ کھڑے ہو جائیں، وہی کلمات کہیں جو صفا پر کہے تھے، اور اسی طرح دعائیں کریں جس طرح صفا پر کی تھیں۔ صفا اور مروہ کے درمیان یہ ایک چکر ہوا۔ ایسے سات چکر لگائیں۔ ہر چکر میں جہاں دوڑنا ہے دوڑیں اور جہاں آہستہ چلنا ہے آہستہ چلیں، مگر عورت نہ دوڑے بلکہ آہستہ چلے۔ جب مروہ پر سعی ختم کریں تو جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا ہے وہ سر منڈا دیں یا کترا دیں اور احرام کھول دیں۔ ان کا عمرہ پورا ہو گیا۔ اور مفرد اور قارن بدستور احرام میں رہیں۔ اب یہاں سے اپنے اپنے ڈیروں پر چلے جائیں۔ کھانے پینے میں مصروف ہو جائیں یا آرام کریں، انھیں اختیار ہے۔ دخول مکہ کے بعد سب سے پہلا کام بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی ہے۔ اس سے پہلے کسی اور کام میں مشغول ہونا خلاف سنت ہے۔

اب ۸ ذوالحجہ تک فارغ ہیں۔ وقت ملے تو بے شک مدینہ طیبہ اور دوسرے مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے جاسکتے ہیں، ورنہ مکہ ہی میں قیام کریں۔ اور جہاں تک ہو سکے بے کار نہ رہیں، بلکہ طواف کعبہ، تلاوت قرآن، تسبیح و تہلیل اور نوافل کی کثرت میں اوقات عزیز گزاریں۔ بڑا سنہری موقع ہے، پھر معلوم نہیں دوبارہ ہاتھ آئے یا نہ آئے۔ لہذا اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

۸ ذوالحجہ اور منیٰ کی طرف روانگی:

آج سے اعمال حج دوبارہ شروع ہوتے ہیں۔ اس لیے جن لوگوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا تھا وہ مکہ ہی سے بدستور سابق حج کا

مجید کی تلاوت بھی کر سکتے ہیں۔

آج (۹ ذوالحجہ کو) اس وقت اسی مقام عرفات میں کھڑے ہونے کا نام حج ہے۔ اور یہی حج کا رکن اعظم ہے۔ اگر کوئی شخص ۹ ذوالحجہ کی ظہر سے لے کر اگلی رات کی صبح صادق تک عرفات میں نہیں پہنچ سکا تو اس کا حج فوت ہو جاتا ہے۔ اس دوران میں جو وہاں پہنچ جائے (دن یا رات میں) اگرچہ اسے وقوف کا زیادہ موقع نہ ملا ہو، اس کا حج ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ یہاں سے ہو کر صبح کی نماز مزدلفہ میں امام کی اقتدا میں جماعت کے ساتھ پڑھے۔ یہ جگہ اور یہ وقت بہت مبارک ہے، اس کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دیں۔ خوب رو رو کر اور گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اپنے عزیز واقارب اور دوست و احباب بلکہ ہر مسلمان زندہ و مردہ کے لیے دین و دنیا کی ہر بھلائی طلب کریں۔ یہ وقت سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت موجزن ہے، خوب خوب دامن بھریں اور اپنی جمع حاجات ارحم الراحمین کے حضور پیش کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے جو دعائیں یہاں کیں ان میں سے ایک یہ ہے:

”اللهم لك الحمد كالذي تقول وخيرا مما نقول . اللهم لك صلوتي ونسكي ومحياي ومماتي وإليك مآبي ولك رب تراثي . اللهم إني أعوذ بك من عذاب القبر ووسوسة الصدر وشتات الأمر . اللهم إني أعوذ بك من شر ما تجيء به الرياح . اللهم إنك تسمع كلامي وترى مكاني وتعلم سري وعلانيتي لا تخفى عليك شيء من أمري وأنا البائس الفقير والخائف المستجير والوجل المشفق المقر المعترف بذنبه ، أسألك مسئلة المسكين وأبتهل إليك ابتهاال المذنب الذليل وأدعوك دعاء الخائف الضريب من خضعت لك رقبتة وفاضت لك عبرته وذل لك جسده ورغم لك

أنفه . اللهم لا تجعلني بدعائك شقيا وكن بي رؤوفا رحيما . يا خير المسئولين! ويا خير المعطين! ويا أرحم الراحمين! والحمد لله رب العالمين .“

(مناسك امير يمانی صاحب سبل السلام)

”یا اللہ! تیرے لیے ویسی تعریفیں ہیں جیسی تُو اپنی آپ کرتا ہے، اور جو ہماری تعریفوں سے بہر حال بہتر ہیں۔ یا اللہ! میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت تیرے لیے ہے۔ یا اللہ! میرا لوٹنا تیری طرف ہے۔ اور میرا ورثہ تیری ملکیت ہے۔ یا اللہ! میں قبر کے عذاب، سینے کے وسوسے اور معاملے کے بگڑ جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ یا اللہ! میں ان نقصانات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں جو آندھیوں سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یا اللہ! تُو میری بات سن رہا ہے اور میری جگہ دیکھ رہا ہے۔ میرے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔ میری کوئی بات تجھ سے مخفی نہیں۔ میں ایک مصیبت زدہ محتاج اور خوفزدہ پناہ گیر ہوں۔ ایک مسکین سائل کی طرح ترساں و لرزاں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اور ایک ذلیل گناہ گار کی طرح تیرے سامنے گڑ گڑاتا ہوں۔ اس تکلیف زدہ ڈرنے والے کی طرح تجھے پکارتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں۔ جس کا جسم تیرے آگے ذلیل ہے اور جس کی ناک تیرے لیے خاک آلود ہے۔ یا اللہ! دعا کی قبولیت سے مجھے بے نصیب اور محروم نہ کر۔ اے بہترین حاجت روا! اے بہترین عطیہ دینے والے! اور اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے! مجھ سے نرمی اور مہربانی کا سلوک کر۔ سب تعریفیں جہان کو پالنے والے خدا کے لیے ہیں۔“

یہ دعا بھی آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ سے پہلے پیغمبر علیہم السلام میدان عرفات میں کثرت کے ساتھ کرتے تھے:

پڑھیں۔ اگر جماعت نہ مل سکے تو خود ہی جمع کر لیں۔ نماز پڑھ کر اپنی قیام گاہ پر آئیں، کھانے پینے اور دیگر ضروریات سے فارغ ہو کر سو رہیں۔ (جاری ہے)



سید خبیب احمد شاہ کی وفات

ممتاز عالم دین مولانا سید خبیب احمد شاہ (کوٹلی رائے ابوبکر قصور) طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

(قاری نذیر احمد)

دعائے مغفرت

قاری محمد اکرم ندیم کی والدہ ۳ اکتوبر بروز سوموار سرگودھا میں وفات پا گئیں۔ نماز جنازہ مولانا حافظ محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی نے پڑھائی۔ لوگوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (قاری نذیر احمد)

مولانا ابوبکر صدیق السلفیؒ کے لیے

دعائے صحت

محترم مولانا محمد ابوبکر صدیق السلفیؒ (صدر دارالدعوة

السلفیہ، لاہور۔ پاکستان) ان دنوں بعارضہ ڈینگی بخار علیل ہیں۔ گزشتہ دنوں ہسپتال میں زیر علاج بھی رہے۔ اب الحمد للہ گھر تشریف لے آئے ہیں اور استراحت فرما رہے ہیں۔ احباب موصوف محترم کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیے دعا فرمائیں۔

اللہم اشفہ شفاءً كاملاً عاجلاً۔

(ادارہ)

”لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير. اللهم اجعل في قلبي نورا وفي سمعي نورا وفي بصري نورا. اللهم اشرح لي صدري ويسر لي أمري أعوذ بك من شر وسواس الصدر وشتات الأمر وفتنة القبر. اللهم أعوذ بك من شر ما يلج في الليل ومن شر ما يلج في النهار ومن شر ما تهب به الريح ومن شر براقق الدهر.“ (بيہقی بحوالہ مناسک امیر یمانی)

”اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کی ہے۔ اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں، وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! میرے دل، میرے کان اور میری آنکھیں منور کر دے۔ یا اللہ! میرا سینہ کھول دے اور میرے تمام معاملات آسان کر دے۔ میں سینے کے برے خیالات، معاملات کے فساد اور قبر کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یا اللہ! میں رات اور دن میں داخل ہونے والی بری چیزوں، ہواؤں سے پیدا ہونے والے نقصانات اور زمانے کے مصائب کے شر سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

عرفات سے واپسی:

دعا اور مناجات سے فارغ ہونے کے بعد جب اچھی طرح سورج غروب ہو جائے تو مازمین کے راستے مزدلفہ واپس آئیں۔ یہ عرفات سے تقریباً تین میل ہے۔ راستے میں تکبیر و تہلیل کہتے اور لبیک پکارتے ہوئے آرام سے چلیں۔ مزدلفہ میں پہنچ کر سب سے پہلے جماعت کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھیں اور ساتھ ہی عشاء کی بھی۔ مزدلفہ میں امام یہ دونوں نمازیں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ جمع کر کے پڑھائے گا۔ مغرب کی نماز عرفات میں یا راستے میں کسی جگہ نہ پڑھیں، بلکہ مزدلفہ میں عشاء کے ساتھ جمع کر کے

مسند الإمام أبي حنيفة للحارثي ایک تجزیہ و تبصرہ

مولانا ارشاد الحق اثری (ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد)

ابوسعید الرواس کی جرح:

حافظ ابن جوزی نے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، ابوسعید الرواس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”ابو محمد حارثی وضع حدیث سے متہم ہے۔“

اس جرح کے جواب میں علامہ قاسی صاحب فرماتے ہیں: ”ابوسعید جرح و تعدیل میں معروف نہیں۔ میں نے اس کا ترجمہ بھی نہیں پایا۔ بلکہ ابن جوزی شاذ آراء و اقوال بیان کرنے میں معروف ہیں اور نقل میں قابل اعتبار نہیں۔“ (مقدمة المسند: ۱/ ۴۸، ۴۹)

عرض ہے ابوسعید الرواس اگرچہ ائمہ جرح و تعدیل میں معروف نہیں مگر ان کا یہ قول حافظ ابن جوزی سے متعدد حضرات نے نقل کیا ہے اور کسی نے بھی ابوسعید الرواس اور حافظ ابن جوزی پر عدم اعتماد کا اظہار نہیں کیا، چنانچہ یہ قول حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر، حافظ عجمی کے علاوہ حافظ قاسم قطلوبغا، اور علامہ عبد القادر قرشی نے بھی نقل کیا ہے، لہذا ابوسعید الرواس کے اس قول پر عدم اعتماد بجائے خود ناقابل اعتماد ہے۔ علامہ ابن جوزی کے تسامحات بجا مگر یہاں تو متأخرین نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ اور ان کی نقل پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ علامہ قرشی نے اس کے دفاع میں جو کچھ کہا ہے اس کی پوزیشن ہم پہلے واضح کر آئے ہیں۔

رہے ابوسعید الرواس تو ان کا نام بندار بن علی بن حسن ہے۔ ان سے ابوطالب نصر بن حسین قاضی الدینوری، ابوالقاسم کمار بن عمر بن عبد الرحمن المقرئ البرار، عمر بن کئی ابونصر الدینوری جیسے اعیان روایت کرتے ہیں بلکہ ان کی مجلس املاء قائم تھی، جیسا کہ علامہ سیوطی

کی بغیۃ الوعاة (ص: ۴۴۴)، حافظ ابوطاہر سلفی کی معجم السفر (رقم: ۱۱۴۳)، علامہ ابن طولون کی الأحادیث المئۃ المشتملة علی مئۃ نسبة إلی الصنائع (رقم: ۴۳)، امام ابن عساکر رحمہ اللہ کی تاریخ دمشق (۳۵۱/۵۳) سے عیاں ہوتا ہے۔

علامہ ذہبی، حافظ ابن حجر اور علامہ عجمی وغیرہ کا اس حوالے سے ابوسعید الرواس پر اعتماد بھی اس کا مؤید ہے کہ وہ ناقابل اعتماد نہیں بلکہ شیخ ابوغدہ نے تو کہا ہے کہ ایسے حاملین علم کے بارے میں تعدیل و توثیق تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، ان پر جرح نہ ہونا ہی کافی ہے، چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

”إن الأصل في حملة العلم هي العدالة مالم يتبين خلاف ذلك، فلا حاجة لقبول خبر حامل العلم معروف العناية به إلی وجود توثيق أو تعديل فيه، بل يكفي عدم ثبوت الجرح في دينه أو ضبطه.“

(حواشي خمس رسائل في علوم الحديث، ص: ۸۸)

جناب علامہ قاسی صاحب کو اپنے مہربان شیخ ابوغدہ کی یہ وضاحت پیش نظر رکھنی چاہیے اور ابوسعید الرواس پر بے جا اعتراض سے گریز کرنا چاہیے۔

حافظ احمد بن علی سلیمانی کی جرح کے جواب میں علامہ قاسی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حافظ احمد سلیمانی وہی ہیں جنھوں نے امام ابن جریر طبری پر بے جا تنقید کی ہے اور کہا ہے: ”کان يضع للروافض“ ”وہ روافض کے لیے احادیث گھڑتے تھے۔“

پر تبصرہ پہلے گزر چکا ہے۔ حافظ ابوزرعہ احمد بن حسین رازی، امام حاکم، خطیب بغدادی اور حافظ خلیل کا کلام اس پر مستزاد ہے۔ اس لیے علامہ قاسمی صاحب کا عبداللہ حارثی کو امام ابن جریر کے تقابل و تناظر میں ذکر کرنا بجائے خود غلط ہے اور ”چہ نسبت خاک را بعالم پاک“ کا مصداق ہے۔

بلکہ عبداللہ حارثی نے جن اسانید سے متون احادیث بیان کیے ہیں، بجائے خود ان سے حافظ سلیمانی کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ (ان شاء اللہ) اس کی وضاحت آئندہ آئے گی۔ عبداللہ حارثی کی اسی کمزوری کے باعث ہی تو علامہ حلبی نے اسے ”كشف الحیث عمن رمی بوضع الحدیث“ میں اور علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنتانی نے ”تنزیہ الشریعة“ کے مقدمے (ص: ۷۵) میں وضاعین کا ذکر کرتے ہوئے استاذ عبداللہ حارثی کو بھی ذکر کر کے اس کے وضاع ہونے کو ثابت کیا ہے۔

عجیب بات ہے کہ علامہ قاسمی نے ”العبر“ وغیرہ میں استاد حارثی کے بارے میں ”الشیخ، الفقیہ، العلامة، المحدث، الحافظ، شیخ الحنفیہ“ جیسے الفاظ کو الفاظ تعدیل میں شمار کیا ہے، حالانکہ انہی کتابوں میں اس پر جو جرح ہے اور خود علامہ ذہبی وغیرہ کا جو فیصلہ ہے اس سے ان کلمات کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ یہ الفاظ عدالت و ضبط میں بھی صریح نہیں ہیں۔ ”حافظ“ کا لفظ اس کے کثیر الروایۃ ہونے اور اس کے حفظ و ضبط پر تو دلالت کرتا ہے مگر عدالت کے لیے یہ قطعاً صریح نہیں۔ ابویوب سلیمان بن داود شاذ کونی، محمد بن عمر واقدی، ہشام بن محمد بن سائب کلبی جیسے کذابین کو بھی حافظ کہا گیا ہے۔

فقہ و فتاویٰ کا دائرہ اور ہے جبکہ حدیث کا میدان اس سے مختلف ہے۔ استاد حارثی بلاشبہ شیخ الحنفیہ اور مجتہد تھے، اس اعتبار سے ان کے مقام و مرتبے کا کسی کو انکار نہیں۔ اعتراض ہے تو اس پر کہ روایت حدیث میں ان کا مقام اور مرتبہ کیا اور کیسا ہے؟ علامہ قاسمی ہوں یا ان کے دیگر ہمنوا، وہ ان کے بارے میں کسی سے بھی ثقہ یا صدوق کا کلمہ

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ امام ابن جریر کبار ائمہ اسلام میں سے ہیں۔ جس طرح حافظ ذہبی نے امام ابن جریر کا دفاع کیا ہے اسی طرح ہم حافظ عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی پر حافظ سلیمانی کی بے جا جرح کا جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی رجم بالظن الکاذب کے قبیل سے ہے۔ ملخصاً

(مقدمہ، ص: ۴۹، ۵۰)

عرض ہے کہ حافظ ذہبی نے بلاشبہ امام ابن جریر پر حافظ سلیمانی کے کلام کو رجم بالظن الکاذب کہا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے: ”فلعل السلیمانی أراد الآتی“ (میزان: ۴۹۹/۳) ”شاید حافظ سلیمانی کے کلام کا مصداق آئندہ ذکر ہونے والے محمد بن جریر ہیں۔“

بلکہ حافظ ابن حجر نے تو کہا ہے:

”لو حلفت أن السلیمانی ما أراد إلا الآتی لبررت، والسلیمانی حافظ متقن کان یدری ما یخرج من رأسه فلا أعقبت أنه یطعن فی مثل هذا الإمام بهذا الباطل“ (لسان: ۱۰۰/۵)

”اگر میں قسم اٹھاؤں کہ اس کلام میں حافظ سلیمانی کا ارادہ آئندہ ذکر ہونے والے محمد بن جریر کے بارے میں ہی ہے تو میں بری الذمہ ہوں۔ سلیمانی حافظ متقن ہیں وہ جانتے تھے کہ ان کے سر سے کیا نکل رہا ہے۔ میں یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ انھوں نے یہ باطل بات امام ابن جریر جیسے امام کے بارے میں کہی ہو۔“

مگر افسوس ہے حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر کا یہ وضاحتی بیان جناب علامہ قاسمی صاحب نے نظر انداز کر کے عبداللہ حارثی کے دفاع کی کوشش کی ہے۔ مزید برآں علامہ ذہبی یا حافظ ابن حجر نے حافظ سلیمانی کی امام ابن جریر پر جرح کو اگر باطل قرار دیا ہے تو اس سے یہ کس طرح لازم آتا ہے کہ عبداللہ حارثی پر بھی ان کی جرح باطل ہے؟ حافظ ذہبی کی حارثی پر جرح اور اس کی جمع کی ہوئی مسند امام ابوحنیفہ

قال في الميزان: متهم بوضع الحديث، وقال في المغني: يأتي بعجائب واهية، وقال الخليلي: حدثونا عنه بعجائب .

(ذيل اللآلئ الموضوعات، ص: ۹۹)

”اس میں عبداللہ بن محمد بن یعقوب البخاری ہے، ذہبی نے ”میزان“ میں کہا ہے: وہ وضع حدیث سے متہم ہے۔ اور ”المغنی“ میں کہا ہے: وہ واهی عجائبات بیان کرتا ہے، اور حافظ خلیلی نے کہا ہے: ہمیں اس کے واسطے سے عجائبات بیان کی گئی ہیں۔“

یہی روایت علامہ محمد طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات (ص: ۳۲) میں ذکر کی ہے اور فرمایا ہے: ”فیہ متہم بالوضع“ ”اس میں راوی وضع حدیث سے متہم ہے۔“ تذکرہ کے حوالے سے یہی روایت ”الفوائد المجموعۃ“ (ص: ۱۴، رقم: ۳۶) میں ذکر کی ہے اور کہا ہے:

”قال في التذكرة: فيه متهم بالوضع .“

”التذکرہ میں ہے کہ اس میں راوی متہم بالوضع ہے۔“

جس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ استاد حارثی کی روایات کو موضوع کہا گیا ہے۔ اور علامہ ذہبی نے جو ”السیر“ میں کہا کہ اس کی تالیف کی ہوئی مسند میں ایسی روایات ہیں جو امام صاحب نے روایت نہیں کیں۔ اس سے بھی اسی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے، بلکہ علامہ عبدالرحمن المعلمی نے الفوائد المجموعۃ کے حاشیے میں فرمایا ہے:

”في سننه عبد الله بن محمد بن يعقوب البخاري الحارثي الملقب بالأستاذ، ترجمته في لسان الميزان (۳/ ۳۴۸) وهو مرمر بالوضع وقد وقفت له على أشياء أجزم بأنها من وضعه كوصية أبي حنيفة للسمتي، ومناظرة الأوزاعي مع أبي حنيفة وأشياء لا

ذکر نہیں کر پائے۔ ان کی تشفی صرف اس سے ہوتی ہے کہ اگر وہ متہم و متروک ہوتے تو حافظ ابن مندہ یا حافظ ابن عقدہ اس سے روایت نہ لیتے۔ حالانکہ خود علامہ قاسمی فرماتے ہیں متروکین، کذابین اور ضعفاء سے ثقات نے روایت لی ہے۔ اور اس کی انھوں نے متعدد مثالیں ذکر کی ہیں، ملاحظہ ہو مقدمہ، ص: ۳۳-۳۴۔

اگر ان متروکین و کذابین سے ثقات کی روایت ان کے ثقتہ ہونے کی دلیل نہیں تو حافظ ابن عقدہ یا حافظ ابن مندہ وغیرہ کا استاد حارثی سے روایت لینا اس کی توثیق کی دلیل کیونکر ہے؟

یہاں یہ بات بھی پیش نگاہ رہے کہ بعض علمائے احناف نے استاد حارثی کے تعاف میں یہ بات بڑی شد و مد سے کہی ہے کہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قاسم بن اصبح کے ترجمے میں انھیں امام، العالم، العلامة اور عالم ماوراء النہر کے القاب سے نوازا ہے۔ (حاشیۃ دراسات الیب، ص: ۲۰۵۔ حاشیۃ الأجوبة الفضلة، ص: ۴۱۴۔ حاشیۃ ”الإمام ابن ماجه و كتابه السنن“، ص: ۵۸ و مقدمة مسند الإمام أبي حنيفة وغيره)

حالانکہ تقریباً یہی القاب العبر، سیر أعلام النبلاء اور تاریخ اسلام میں بھی ہیں۔ صرف تذکرۃ الحفاظ کے حوالے سے استاد حارثی کا تعارف امانت علمی کے بالکل منافی ہے۔ تعجب ہے حافظ ذہبی نے میزان، العبر اور السیر وغیرہ میں جو سخت ترین جرح کی ہے اس سے انماض کیوں کیا جاتا ہے؟ اور اس جرح کے جواب کی جو کوشش کی گئی ہے اس کی پوزیشن بھی قارئین کے سامنے ہے۔

علامہ سیوطی نے باسناد امام دیلمی استاد حارثی کے واسطے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بایں الفاظ ذکر کی ہے:

”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا استاك قال: ”اللهم اجعل سواكي رضاك عني واجله طهوراً إلخ“

اس کے بعد کہا ہے:

”فيه عبد الله بن محمد بن يعقوب البخاري

درجة وبكل قطرة تصيبه من مطر أجر شهيد .
”علامہ البانی رحمہ اللہ، یہی روایت ذکر کر کے فرماتے ہیں:
”هذا موضوع، آفته عبد الله بن محمد بن
يعقوب وهو الحارثي، قال أبو سعيد
الرواس: يتهم بوضع الحديث، وهو الذي
جمع مسنداً لأبي حنيفة رحمه الله تعالى
والحديث لوائح الوضع ظاهرة عليه .“

(الضعيفة: ۳۵۰۰)

”یہ موضوع ہے۔ اس کی آفت عبد اللہ بن محمد بن یعقوب
حارثی ہے۔ ابوسعید رواں نے کہا ہے: وہ وضع حدیث سے
متہم ہے۔ اسی نے امام ابوحنیفہ کی مسند جمع کی ہے اور
حدیث پر وضع کے آثار ظاہر ہیں۔“
پہلے ہم ذکر کر آئے ہیں کہ امام ابوذر رحمہ اللہ بن حسین رازی نے
اپنے استاد حارثی کو ضعیف کہا ہے۔ مزید عرض ہے کہ انھوں نے اسی
کی سند سے مرفوعاً حضرت انس کی یہ حدیث بھی روایت کی ہے:
”طالب علم من الجهال كالحي بين الأموات .“
حالانکہ یہ روایت مرسل ہے۔ علامہ سیوطی نے اس کے ارسال
ساتھ ساتھ ضعف کا اشارہ بھی کیا ہے۔ (فیض القدير: ۲/۲۶۴) مگر
حارثی نے اسے متصل بنادیا، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سوالات
السهمي (رقم: ۳۱۸) ظاہر ہے کہ اسے متصل بنانے کی کارستانی
بھی اسی حارثی کی ہے۔
اس سے بھی ہمارے سابقہ موقف کی تائید ہوتی ہے کہ استاد حارثی
وضع حدیث سے متہم ہے اور اس کی روایات کو موضوع، باطل، اور منکر
قرار دیا گیا ہے۔
ایک حدیث اور استاد حارثی کا تبصرہ:

مسند الامام ابی حنیفہ میں مذکور احادیث اور ان کی تخریج کے
حوالے سے قبل یہ دیکھیے کہ بعض روایات پر خود استاد حارثی نے تبصرہ
فرمایا ہے۔ ان کے الفاظ اور مفہوم ومعانی کے بارے میں جو رائے

ریب فی وضعها، ولكنه يسمي شيوخاً لا
يعرفون ثم يصنع تلك البلايا، ويحدث بها
عنهم، وقد كانت له معرفة وعلم، ونعوذ
بالله من علم لا ينفع .“

(حاشية الفوائد، ص: ۱۴)

”اس کی سند میں عبد اللہ بن محمد بن یعقوب البخاری الحارثی
ہے جسے ”الاستاذ“ کا لقب دیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ لسان
المیزان (۳/۳۲۸) میں ہے اور اس کی طرف وضع کی
نسبت کی گئی ہے۔ میں اس کی کئی اشیاء پر مطلع ہوا ہوں جن
کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ اسی کی گھڑی اور بنائی
ہوئی ہیں، جیسے امام ابوحنیفہ کی سمتی کے نام وصیت ہے اور
امام اوزاعی کا امام ابوحنیفہ سے مناظرہ ہے اور مزید دیگر
روایات جن کے وضعی ہونے میں کوئی ریب نہیں۔ وہ ایسے
شیوخ کا نام لیتا ہے جو مجہول ہیں، پھر وہ ایسی بلایا کو ان
سے روایت کرتا ہے۔ بے شک وہ صاحب معرفت و علم تھا
اور ہم ایسے علم سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جس سے کوئی نفع
نہ ہو۔“

امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ کے مابین مناظرے کی روداد پر تبصرہ
تو آئندہ اپنے مقام پر آئے گا۔ رہا وصیت نامہ جو یوسف بن خالد
سمتی کے نام ہے اس کی دلچسپ تفصیل شائقین المناقب للموفق
(۱۰۱/۲-۱۰۹) میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ جس کے آخر میں یہ جھوٹ
بھی گھڑا گیا ہے کہ بصرہ میں امام ابوحنیفہ کا مذہب غالب آ گیا اور
امام حسن بصری اور ابن سیرین کا مذہب ساقط ہو گیا۔
امام دیلمی ہی نے ایک اور روایت استاذ عبد اللہ حارثی کی سند سے
ذکر کی ہے جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

”الحاج في ضمان الله مقبلاً ومدبراً، فإن
أصابه في سفره تعب أو نصب غفر الله له
بذلك سيئاته، وكان له بكل قدم يرفعه ألف

کوسر کے آخر تک لے گئے، پھر سر کے ابتدائی حصے کی طرف لے گئے تو یوں یہ تین بار ہوا مگر حقیقتاً ایک ہی بار ہے۔“ اسی مضمون میں مزید انھوں نے فرمایا ہے کہ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جارد بن یزید، خارجہ بن مصعب اور اسد بن عمرو امام ابوحنیفہ سے اس روایت میں ایک بار مسح کا ذکر کرتے ہیں۔

ہم یہاں اس توجیہ کے حوالے سے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتے جو انھوں نے اس روایت کے بارے میں فرمائی ہے۔ صرف اتنا عرض کرنا مقصود ہے کہ ایک طرف تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے تین بار مسح کا لفظ ذکر کرنے والے چودہ حضرات ہیں، جن کی روایات استاد حارثی نے ذکر کی ہیں۔ انھی میں سے ایک قاضی ابویوسف کی روایت ہے جو ان کی ”کتاب الآثار“ (رقم: ۴) میں دیکھی جاسکتی ہے۔ امام ابو نعیم نے مسند الامام ابوحنیفہ (ص: ۲۷۳-۲۷۴) میں ان کے تلمیذ امام زفر سے بھی تین بار مسح کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے حسن بن فرات، المقری، خارجہ بن مصعب، حماد بن ابی حنیفہ، حسن بن زیاد اور اسحاق بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ ان حضرات کے مقابلے میں استاد حارثی کا فرمانا ہے کہ جارد، خارجہ اور اسد بن عمرو امام صاحب سے ایک بار مسح کا ذکر کرتے ہیں۔

انصاف شرط ہے کہ امام ابوحنیفہ کے ثقہ شاگردوں کے مقابلے میں ان تینوں کی حیثیت ہی کیا ہے؟ استاد حارثی اگر نقد روایت کے اصول کو پیش نظر رکھتے یا ایک حافظ اور محدث کی شان کے مطابق اصول نقد کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتے تو شاید اس تقابل کا تکلف نہ کرتے۔

جارد بن یزید:

اس کی کنیت ابوعلی ہے، اور بعض نے ابوحاک بھی ذکر کی ہے۔ امام نسائی اور دارقطنی رحمہما اللہ نے اسے ”متروک“ کہا ہے اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے ”لیس بثقة“ کہا ہے۔ امام ابوداؤد نے ”غیر ثقہ“، امام یحییٰ رحمہ اللہ نے ”لیس بشیء“، امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے ”کذاب“ (باقی صفحہ نمبر ۷ پر)

دی ہے وہ کیسی ہے اور ان کا اسلوب بیان کیا ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہ بواسطہ خالد بن عقیلمہ بن عبد بن خیر، حضرت علی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے وضو کا طریقہ بیان کیا جس میں سر کا مسح تین بار کرنا ذکر کیا ہے۔ اس روایت کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ثقات حفاظ کی ایک جماعت نے امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے اور وہ خالد بن عقیلمہ سے ایک بار سر کے مسح کا ذکر کرتے ہیں۔

(السنن للدارقطني: ۱/۸۸-۸۹۔ العلل: ۴/۵۱۔ بیہقی ۱/۶۳۔ نصب الراية: ۱/۳۲)

یہ روایت استاد حارثی نے متعدد طرق سے یوں ہی امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے، چنانچہ کی بنی ابراہیم، حکم بن عبد اللہ، معانی بن عمران، سعید بن مسلمہ، عبد اللہ بن ولید العدنی، ابراہیم بن مختار، قاسم بن حکم، اسحاق بن یوسف، عبد الحمید الحافی، ابویوسف، حسن بن زیاد، حسن بن فرات، سعید بن ابی الجہم اور ابوب بن ہانی اس روایت میں امام ابوحنیفہ سے تین بار سر کے مسح کا ذکر کرتے ہیں، بلکہ انھوں نے ذکر کیا ہے کہ حماد بن ابی حنیفہ بھی اپنے والد سے یہی روایت ”توضاً ثلاثاً ثلاثاً“ کے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ ہو مسند حارثی، ارقام: ۱۲۹۶-۱۳۰۱، ۱۳۰۶-۱۳۱۳۔

اور استاد حارثی فرماتے ہیں کہ تین بار مسح کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے ہاتھ سر کے اوپری حصے پر رکھے، پھر سر کے آخر تک لے گئے، پھر انھیں سر کے ابتدائی حصے کی طرف لے آئے۔ یوں یہ تین بار مسح ہوا مگر حقیقتاً یہ ایک ہی بار مسح ہے۔ اس کی تائید جارد بن یزید، خارجہ بن مصعب اور اسد بن عمرو کی روایت سے ہوتی ہے کہ انھوں نے امام ابوحنیفہ سے ایک ہی بار مسح کا ذکر کیا ہے، چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

”أنه وضع يده على يافوخه، ثم مدّ يده إلى مؤخر رأسه، ثم إلى مقدم رأسه فجعل ذلك ثلاث مرات، وهو في الحقيقة مرة.“

(مسند الحارثي: ۲/۷۶۷)

”انھوں نے اپنا ہاتھ سر کے اوپری حصے پر رکھا، پھر اپنے ہاتھ

قادیانی شبہات کا ازالہ

عطاء محمد جموع

قادیانی دعوت کا فلسفہ:

ائمہ کرام نے روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے کتاب و سنت کی روشنی میں عمدہ آراء نقل کی ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُن کی محنت کو شرف قبولیت بخشے۔ چونکہ ہندوستان میں احناف کی اکثریت آباد تھی، چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اُن کی وفاداری حاصل کرنے کے لیے ایک ترکیب آزمائی۔ شیخ یعقوب علی تراب احمدی (ایڈیٹر اخبار ”الحکم“ قادیان) نے مرزا غلام احمد، حکیم نور دین بھیروی اور عبدالکریم سیالکوٹی کے خطبات سے لے کر تفسیر القرآن کو مرتب و مزین کیا، اُس کا اقتباس پیش کرتا ہوں:

یہی مسئلہ سود بیع متنازع فیہ اور مختلف فیہ ہے مگر ہم بجائے خود اس پر کوئی بحث نہیں کرتے اور نہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام نے ہم لوگوں کو ایک عجیب گراہی مشکلات اور معضلات کے حل کرنے کے متعلق بتا دیا ہے، اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسی اصل کو یہاں درج کر دیں:

”ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن و سنت نہ ہو تو خواہ کیسی ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اُس پر وہ عمل کریں اور انسان کے بنائے ہوئے فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔ اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کر لیں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔“

(ریویو حکم ربانی بر مباحثہ مولوی محمد حسین بنالوی و عبداللہ چکڑالوی)

حوالے کے لیے دیکھیے تفسیر القرآن، جلد اول، بابت جنوری

۱۹۰۵ء، نمبر سوم، ص: ۲۴

قادیانیوں کو دعوت فکر ہے کہ وہ اس پہلو پر غور و فکر کریں۔ مرزا ایک طرف دعویٰ کرتا ہے کہ اُس پر وحی آتی ہے دوسری طرف اپنے مریدوں کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اقتدا کی تلقین کرتا ہے۔ کیا یہ منصب نبوت کی توہین نہیں؟ مرزا کا جیتے جی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو نزاعی امور میں فیصلے کی اتھارٹی دینا وحی کے نزول کے دعوے کی کذب بیانی کا واضح ثبوت نہیں؟

تاریخ گواہ ہے کہ کسی نبی نے اپنے پیروکاروں کو پہلے دور کے کسی نبی کے امتی کی اقتدا کی نصیحت نہیں کی۔ مرزا صاحب نے کیوں کی؟ مرزا غلام احمد قادیانی نے حلت و حرمت کے معاملے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ثالث تسلیم کیا ہے تو موجودہ دور کے قادیانیوں پر فرض ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا یا نہیں، اس متنازع مسئلے کے حل کے لیے اُن سے رجوع کریں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تو مدعی نبوت سے دلیل نبوت طلب کرنا بھی کفر ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ملاحظہ فرمائیے:

”وتنبأ رجل في زمن أبي حنيفة رحمه الله وقال: أمهلوني حتى أجيء بالعلامات. وقال أبو حنيفة رحمه الله: من طلب منه علامة فقد كفر لقول النبي ﷺ لا نبي بعدي. (مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة للكردري، باب من طلب علامة من المتنبئ فقد كفر: ۱/۱۶۱)

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا

دن دس بجے کے قریب آپ کا انتقال ہو گیا۔“
(حیات ناصر، ص: ۱۴۰ مطبوعہ احمدیہ بک ڈپو قادیان ۱۹۲۷ء)
لیکن قادیانیوں نے تازہ ایڈیشن میں تحریف کر دی:
”جب میں حضرت کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا اور
دوسرے روز آپ کا انتقال ہو گیا۔“ (حیات ناصر، ص: ۱۳۰-۱۳۱)
غور طلب پہلو ہے کہ اگر مرزا قادیانی کی موت باعث ندامت
ورسوائی اور کذب کی ٹھوس دلیل نہ تھی تو حیات ناصر کے تازہ ایڈیشن
میں مرزا قادیانی کی زندگی کے آخری الفاظ ”وبائی ہیضہ ہو گیا ہے“ کا
اعتراف کیوں حذف کر دیا گیا؟



ماسٹر رحمت اللہ وفات پانگے
مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ناظم دفتر ماسٹر رحمت اللہ
صاحب ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار بھرم ۷۰ برس وفات پانگے۔
انا للہ وانا الیہ راجعون.....
مرحوم ایک خوش اخلاق، ہنس مکھ اور ذہین و فطین شخصیت تھے۔
مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم دفتر ہونے کے ناتے اپنے فرائض
بڑے احسن انداز سے سرانجام دیتے تھے۔ ہمیشہ بڑی متانت اور
سنجیدگی سے گفتگو فرمایا کرتے اور بوقت ملاقات دفتری معلومات خوش
اسلوبی سے بہم پہنچاتے تھے۔ ان کی نماز جنازہ محترم پروفیسر ساجد میر
صاحب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے پڑھائی۔
جنازے میں احباب جماعت، عزیز واقارب نے کثیر تعداد میں شرکت
کی۔ انھوں نے پس ماندگان میں دو بیٹے سوگوار چھوڑے ہیں۔
قارئین مرحوم کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے دعا فرمائیں۔
کارکنان الاعتصام مرحوم کے بیٹوں سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور
دعا گو ہیں اللہ کریم مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور کروٹ کروٹ جنت
الفردوس عطا کریں، آمین یا رب العالمین
(محمد سلیم چنیوٹی)

دعویٰ کیا اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو تا کہ اپنی نبوت پر
دلائل پیش کروں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جو
شخص حضور ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ بھی کافر ہے
اور جو اس سے دلیل طلب کرے وہ بھی کافر ہے کیونکہ
حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“
(بحوالہ عقیدہ ختم نبوت، از پروفیسر طاہر القادری، ص: ۵۰۶)
مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریریں اس امر کی عکاسی کرتی ہیں کہ
فقہی مسائل میں تو امام ابوحنیفہ کے فتوے پر عمل کریں لیکن جہاد کے
حرام ہونے اور انگلش حکومت کی اطاعت کو تسلیم کرنے کے لیے
مرزا کے نظریات پر عمل کریں۔ قادیانی مسیح موعود کی تحریروں کا یہی
فلسفہ ہے۔

حیات ناصر میں تحریف مرزا قادیانی کی ذلت آمیز موت کا ثبوت:
مظہر احمد درانی نے کاذب کا معیار یہ لکھا کہ وہ جان سے مارا جاتا
ہے اور مرزا قادیانی کی سچائی کا معیار یہ تحریر کیا کہ وہ قتل نہ ہوئے۔
تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ وہ طبعی
موت مرا۔ اگر صداقت کا یہی معیار ہے تو تاریخ کا جائزہ لیں، جب
مرزا غلام احمد قادیانی کے دس پیروکاروں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مرزا
اور اُس کے جانشینوں نے اُن کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا، البتہ اُن کو اپنی
جماعت سے خارج کر دیا۔ توجہ طلب سوال ہے کہ قادیانیوں نے اُن
کو قتل کیوں نہ کیا؟

مرزا قادیانی ہیضہ کی موت سے مرا جو اُس نے مولانا ثناء اللہ
امرتسری رحمہ اللہ کے مباحثوں سے تنگ آ کر تجویز کی تھی۔ رسوائی و ذلت
کی منہ ماگی موت کو مرزا قادیانی کے کذب کی واضح دلیل بنا دیا۔ ہیضہ
کی موت کا اعتراف مرزا غلام احمد کے خسر میر ناصر نواب نے کیا ہے:
”جب مجھے جگایا گیا تھا تو میں جب حضرت صاحب کے
پاس پہنچا تو آپ نے خطاب کر کے فرمایا: میر صاحب! مجھے
وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف
بات میرے خیال میں نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ دوسرے

بدلتے، کروٹیں لیتے موسمی و سیاسی حالات

محمد سلیم چنیوٹی

فصلوں، فیکٹریوں، کھیتوں، کھلیانوں اور گھروں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ ہزاروں لوگ بے خانہ ہوئے اور سیلاب زدہ علاقوں میں جس اور تعفن کے باعث بیماریاں بھی پھیل گئیں۔ أعاذنا اللہ من ذلک اس تمام تباہی و بربادی کا افسوس اور دکھ ہر دل درد مند رکھنے والے کو ہے۔ سیلاب زدگان سے تعاون کے لیے حکومتی و عوامی سطح پر امدادی کارروائیاں بھی شروع کی گئیں۔ صدر، وزیراعظم، وفاقی اور صوبائی حکومتوں، دینی، مذہبی، سیاسی، رفاہی و سماجی تنظیموں، سب نے امداد، امداد کے نعرے لگائے اور سیلاب زدگان کی اشک شونی کے لیے اپنے اپنے طور پر بڑی کوششیں کیں۔ مگر سیلاب زدگان اب بھی اپنی دلجوئی کے لیے منتظر ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ کوئی آئے اور ہمارے دکھوں کا مداوا کرے۔

ان تمام حالات کا تقاضا ہے کہ غموں سے نڈھال لوگوں کی دل کھول کر امداد کی جائے۔ مگر ہمارے حکم ران طوفان آشنا ہیں نہ طوفانوں کی آمد سے باخبر۔

ملک میں مہنگائی، لوڈ شیڈنگ، معاشی تنگی، لوٹ مار، ڈینگلی کے مریضوں کی بھر مار، ٹارگٹ کلنگ، غذاؤں اور دواؤں میں ملاوٹ، بے حیائی اور بے مروتی کی آندھیاں پھیلتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ سیلاب بڑی تیزی سے دوڑتا چلا آ رہا ہے۔ عوام تنگی کا شکار ہیں تو ہمارے حکمرانوں کے لچھن بھی کچھ اچھے دکھائی نہیں دے رہے۔ ارباب حکومت کچھ دوسرے ہی کارنامے سرانجام دینے میں مصروف ہیں۔ سیاست دانوں کی باہمی چپقلش اور نفرتوں کا سیلاب ہر ادارے کو نلگتے ہوئے آگے ہی بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

آج کے تناظر میں امریکہ غیر معمولی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس نے ہمارے حکمرانوں کے دل و دماغ پر اس طرح حکم رانی کی ہے کہ وہ

ملک میں حالات جس ڈگر پر چل رہے ہیں اور جس طرح تبدیل ہوتے ہوئے موسمی اثرات نے وباؤں اور بیماریوں میں بہت سے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، یہ تمام تغیرات حالات کی سنگینی کی خبر دے رہے ہیں۔

میڈیا نے ڈینگلی بخار کی تشہیر کر کے ملک بھر میں سنسنی پھیلا رکھی ہے۔ اسی طرح آئے روز ڈینگلی بخار کی وجہ سے اموات بھی ہو رہی ہیں۔ ”ڈینگلی“ نے پورے ملک میں عموماً اور شہر لاہور میں خصوصاً کچھ زیادہ ہی ”ڈیرے“ جمائے ہوئے ہیں۔ سیکڑوں مریض ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں، اور اکثر صحت یاب ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری بیماریاں بھی ہیں اور لوگ ان بیماریوں سے بچنے کے لیے بھی ہسپتالوں کا رخ کرتے ہیں۔ مگر ”ڈینگلی“ نے تو سب بیماریوں سے جیسے زیادہ ہی ”شہرت“ حاصل کر لی ہے۔ اللہ کریم سے بیماریوں سے بچنے کی ہمیشہ دعا کرنی چاہیے اور تندرست رہنے کے لیے قرآن و حدیث کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے اور ہمارے مبلغین علمائے کرام و خطبائے عظام کا بھی یہ فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کو مسنون دعاؤں کی تلقین فرماتے رہیں۔ بعض لوگ بیماریوں کی شفایابی کے لیے بزرگان دین کی قبروں پر جا جا کر منتیں مانتے اور بزرگوں کے لیے بنائے گئے مزاروں اور آستانوں کی دہلیزوں پر ماتھا گرڑتے بھی دیکھے گئے ہیں۔

دیکھیے! بیماری بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے اور وہی ان بیماریوں کی شفا بھی عنایت فرماتا ہے۔ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾ [الشعراء: ۸۰]

”جب بھی میں بیمار ہوتا ہوں، (میرا اللہ) مجھے شفا دیتا ہے۔“

دوسری طرف صوبہ سندھ ہے، جہاں کثرت باراں کے باعث سیلاب کی صورت پیدا ہوئی۔ بعض علاقے اس طرح برباد ہوئے کہ

کے خواہش مند ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے حکمرانوں کی سوچ امریکی حکمرانوں کی سوچ سے بہت سے مقامات پر میل کھاتی دکھائی دیتی ہے۔ یہ دونوں طاقتیں عالمی امن کے فروغ اور انسانی تہذیب کی نشوونما میں کوئی کردار ادا کرنے کی اگر خواہش مند ہیں تو انھیں عوامی سطح پر کیوں منتقل نہیں کرتیں؟

ہمارے حکم ران، سیاست دان یا عوامی و سماجی سطح کی کوئی شخصیت امریکہ یا تیرا پر جاتی ہے تو انھیں عجیب طریقوں سے چیک کر کے امریکی سرزمین پر قدم رکھنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس پاکستان میں امریکی لیڈیوں اور نیم عریاں جسموں والی میڈموں کو کسی کلیئرنس کے بغیر پاکستانی سرزمین پر وارد کر دیا جاتا ہے۔ کوئی امریکی پاکستان میں گھناؤنی واردات کر جاتا ہے تو اسے مکمل پروٹوکول دیا جاتا ہے۔ نہ مقدمہ چلتا ہے اور نہ اسے سزا ہوتی ہے۔ اگر پاکستان کی کوئی مظلومہ عورت امریکیوں کے حوالے کر دی جائے تو اس کی رہائی کے لیے ۸۴ سال انتظار کی قید لگا دی جاتی ہے۔

امریکی ڈرونز حملے سیکڑوں مرتبہ تباہی و بربادی کر کے چلے گئے مگر کسی نے ان ڈرونز طیاروں کو گرانے کی ہمت نہیں کی۔ دہشت گردی کی مشترکہ جنگ کے خاتمے کے دونوں دعوے دار (امریکہ و پاکستان) حکومتی سطح پر بھی ایک ذہن کے حامل نہیں اور عوامی سطح پر بھی ایک ذہن نہیں رکھتے، اس صورت میں یہ اپنے عزائم میں کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں! یہ دبائیں، یہ بیماریاں، یہ سیلاب، یہ مہنگائی، یہ لوڈ شیڈنگ، یہ قتل و غارت اور دیگر سب کچھ کیوں ہم پر عذاب بن کر مسلط ہو گئے۔ یہ سب گناہوں کی دلدل میں قدم رکھنے سے مسلط ہوئے ہیں۔ سب سے زیادہ پر امن اور پرسکون مذہب اگر دنیا میں کوئی ہے تو وہ ”اسلام“ ہے۔ اسلام ہمیں ایک تہذیب، ایک تمدن، معاشرتی رواداری، بھائی چارہ، محبت و دشمنی کے تمام گر سکھاتا ہے۔ اسلام ہماری ہر سطح پر رہنمائی کرتا ہے۔ مگر ہم ہی ایسے نادان ہیں کہ اسلامی تعلیمات سے ہم کوسوں دور ہو رہے ہیں۔ اللہ کریم سے دعا ہے وہ ہمیں اسلام جیسے عالمگیر اور سچے مذہب پر قائم رکھے اور اسلامی تناظر میں قدم اٹھانے کی توفیق عطا کرے، آمین یا رب العالمین!

چاہتا ہے کہ میرے ہر اشارے پر کھپتی حکمران ناچتے رہیں۔ نائن الیون کے ڈرامے کی ناکامی، افغانستان میں پڑنے والی مار، اور پست ہوتے ہوئے امریکی حوصلے اس قدر ڈھلتی چھاؤں ثابت ہوئے کہ اسامہ بن لادن جیسی شخصیت کو ٹھکانے لگا دیا گیا۔ اس ”کارنامے“ کی انجام دہی سے بھی کچھ بن نہ آئی تو ایک مزید ”شوٹہ“ حقانی نیٹ ورک کا چھوڑ دیا گیا۔ یہ حقانی نیٹ ورک کیا ہے، کیا نہیں، امریکہ اور اس کے تھنک ٹینک خوب جانتے ہیں۔ حیرت ہمارے حکم رانوں پر ہے جو امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈال سکتے۔

ساری قوم کو ان حکم رانوں نے کچھ حوصلہ دینے کی کوشش کی تھی، لہذا امریکی حملوں کے سیلاب کے آگے بند باندھنے اور نئے امریکی الزامات کو ٹھکرا کر اس کو دو ٹوک پالیسی کے ذریعے جواب دینے کے لیے اے پی سی بھی بلوائی گئی۔ بعض ایسی جماعتیں بھی مدعو کی گئیں جن کا ماضی ہے نہ حال، جن کی شہرت بھی اچھی نہ تھی اور کچھ محب وطن اور مذہبی و سیاسی ساکھ کی حامل جماعتوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اے پی سی ہوئی، امریکی الزامات کو رد کیا گیا مگر امریکیوں نے ان کے اس اقدام کو کوئی اہمیت نہ دی اور اپنے ڈرون حملے بدستور جاری رکھے۔ اور اب تازہ بیانات سے ثابت ہو رہا ہے کہ امریکہ پاکستان کے لیے مزید مشکلات پیدا کرنے میں مستعد ہو چکا ہے۔ ہمارے سیاست دانوں کے مزاج میں ایک بے نیازی آ گئی ہے اور وہ بڑے زعم کے ساتھ باتیں کرنے لگے ہیں۔ ان کے بیانات ہوا میں تیروں کی طرح ہیں اور عوام کی فلاح و بہبود کا ان کے اندر کوئی درد نہیں محسوس ہو رہا۔ آئے روز سیاسی بیانات، وفاقی و صوبائی سطح پر دھرنے دینے کے مقابلے، اپنے حقوق کی خاطر آواز اٹھانے والے مخالفین پر تشدد، ایسے نازک وقت پر کوئی اچھا تاثر نہیں چھوڑ رہے۔ ایک طرف افغانستان کی کھپتی حکومت ہے جو پاکستان کے ازلی دشمن بھارت سے اسٹریٹجک معاہدے کر رہی ہے۔ دوسری طرف امریکہ بھارت گٹھ جوڑ ہے۔

امریکہ اور پاکستان جو اپنے زعم میں ”دہشت گردی“ کی جنگ کو ختم کرنا چاہتے ہیں، امن و امان کی بحالی اور ہر طرف سکون دیکھنے

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسخوں کا آنا ضروری ہے

برہان التفاسیر لاصلاح سلطان التفاسیر

تالیف: مولانا ثناء اللہ امرتسری

ضخامت: ۲۲۸ صفحات

طابع و ناشر: ام القری پبلی کیشنز، سیالکوٹ روڈ، فوٹومنڈ، گوجرانوالہ

قیمت: درج نہیں

تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ

شیخ الاسلام، شیر پنجاب و مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری (۱۸۶۸-۱۹۴۸ء) کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ایسی یکتائے روزگار شخصیت صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے۔ وہ ہمہ صفت انسان تھے۔

بقول مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی ”وہ بہترین مقرر تھے اور بلند پایہ مناظر بھی، دینی علوم کے ماہر بھی اور غیر اسلامی ادیان سے باخبر بھی، مصنف بھی تھے محقق بھی، مفسر بھی تھے اور ماہر حدیث بھی، اصولی بھی تھے اور عالم فقہ بھی، کلامی بھی تھے اور فلسفی و منطقی بھی۔“ گویا علم کی کوئی شاخ ان کی دسترس سے باہر نہ تھی۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ پر انھیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ وہ ایسے جمیع الصفات انسان تھے کہ ان کی مثال نہیں ملتی۔

زیر تبصرہ کتاب انھی کی تالیف ہے۔ اور سبب تالیف کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ ۱۹۰۲ء میں سلطان محمد نامی ایک شخص جو بقول مولانا ثناء اللہ صاحب کے ایک افغان عربی دان تھا، منارہ والی مسجد (بمبئی) میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل ہوا لیکن ۱۹۰۳ء میں معاشی مجبوریوں کی بنا پر مرتد ہو گیا اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔

اس زمانے میں ”الحق“ نامی عیسائیوں کا ایک پرچہ نکلتا تھا، اس میں اس نے لکھنے لکھانے کا شغل اختیار کیا اور ساتھ ساتھ مسلمانوں کے ساتھ مناظرے بھی کرنے لگا حتیٰ کہ مولانا ثناء اللہ سے دو مناظرے ہوئے۔ ایک ۱۹۲۶ء میں گوجرانوالہ میں اور دوسرا ۱۹۲۸ء میں حافظ آباد میں۔ اگرچہ اس نے دونوں مناظروں میں شکست کھائی تاہم وہ عیسائیوں کے بڑے پادریوں میں شمار ہونے لگا۔

۱۹۳۲ء میں سلطان محمد نے ”سلطان التفاسیر“ کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھنا شروع کی۔ یہ تفسیر عیسائیوں کے ایک ماہوار رسالے ”المائدہ“ میں شائع ہونے لگی جو پہلے پارے کے چوتھے حصے تک لکھی جاسکی۔ اس تفسیر میں پادری موصوف نے بھرپور کوشش کی کہ انجیل مقدس کو قرآن سے برتر ثابت کیا جائے۔ چونکہ پادری موصوف عربی دان تھا، اس لیے اسلامی لٹریچر پر اس کی گہری نظر تھی۔ اس نے اسلامی لٹریچر میں سے تمام اعتراضات اپنی تفسیر میں جمع کر دیے۔ طرفہ تماشایہ ہے کہ اُس نے اُن اعتراضات کے جو جوابات مفسرین نے دیے تھے، ان کو یکسر نظر انداز کر دیا اور یوں اس نے عیسائیوں میں اپنے آپ کو عالم اہل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس کے جواب میں قلم اٹھایا۔ مولانا کا یہ جواب ہفت روزہ ”اہل حدیث“ امرتسر میں ۶ مئی ۱۹۳۲ء تا ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء تک اکیاسی قسطوں میں شائع ہوا۔ پادری مذکور نے تفسیر لکھنا بند کر دی تو مولانا نے بھی یہ سلسلہ بند کر دیا۔

مولانا محمد مستقیم سلفی استاد جامعہ سلفیہ بنارس نے لجنۃ القارۃ الہندیہ، احیاء التراث الاسلامی کے ایما پر ”اہل حدیث، امرتسر“ کی

اخذ وترتیب کے بعد بصورت دروس مرتب فرمائی ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات اور دلائل سے مسئلے کی وضاحت کی گئی ہے۔ ضعیف اور اسرائیلی روایات درج نہیں کی گئیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ قربانی کا جو فلسفہ ہے اور اس قصے سے جو اسباق و نصائح حاصل ہوتے ہیں اسے مؤلف موصوف نے بڑے احسن انداز سے پیش کرنے کی مبارک سعی فرمائی ہے۔ عظیم المرتبت پیغمبروں کے واقعات ہم سب کے لیے مشعل راہ رہنے چاہئیں۔ یہ کتاب بھی بڑی مفید و معلوماتی ہے۔ فلسفہ قربانی اور قربانی کی وجہ تسمیہ و فضیلت بارے رہنما کتاب ہے۔ عمدہ سفید کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ، کارڈ کور ہے۔

آسان لغات قرآن

مؤلف و مرتب: مولانا سید شہید الدین بنارسى ؒ

ضخامت: ۳۹۱ صفحات

ناشر: حدیث پبلی کیشنز، ۲ شیش محل روڈ۔ لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

قرآن کریم کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اسے سمجھنے، پڑھنے اور سیکھنے والے ہر قوم، ہر نسل اور ہر علاقے و ملک میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب ہدایت کو پڑھ اور سیکھ کر بندہ حافظ، قاری، عالم اور ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ تفہیم قرآن کے سلسلے میں بڑے بڑے مجودین، لغوی و نحوی حضرات و علمائے قرآن و اسلام نے طبع آزمائی فرمائی ہے۔ انھی علمائے لغت میں ایک فاضل شخصیت مولانا سید شہید الدین بنارسى ؒ کی تھی۔ انھوں نے آج سے ایک سو تیرہ برس قبل یعنی ۱۳۱۹ھ میں ”آسان لغات قرآن“ کے نام سے زیر تبصرہ کتاب مرتب و شائع فرمائی تھی۔

اس کتاب میں قرآن کریم کے تقریباً دس ہزار سے زائد الفاظ کا ترجمہ و تفہیم پیش کیا گیا ہے۔ جسے دوبارہ زیور طبع سے آراستہ کرنے کا سہرا حضرت مولانا محمد اقبال کیلانی ؒ کے سر ہے۔ یہ کتاب ان کے والد گرامی محترم مولانا محمد ادریس کیلانی ؒ کے کتب خانے سے ملی

پرانی فائلوں سے ان تمام قسطوں کو اکٹھا کیا۔ انھیں کمپوز کرایا اور کمپوز شدہ مبیضہ ام القرئی پبلی کیشنز گوجرانوالہ کے سپرد کیا۔ بعد ازاں ام القرئی پبلی کیشنز کے حافظ شاہد محمود ؒ نے ہفت روزہ اہل حدیث، امرتسر کو مد نظر رکھتے ہوئے کتاب کی مزید تصحیح کی، حواشی میں احادیث و آثار کی تحقیق و تخریج، عربی اور فارسی اشعار کا حواشی میں ترجمہ اور کتاب میں منقول عبارات کی تصحیح اصل مراجع و مصادر کو سامنے رکھ کر کی۔ ان کے پر خلوص تعاون سے یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آ گئی ہے جو شائقین کے لیے ایک نعت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی

ضخامت: ۱۰۱ صفحات

قیمت: ۸۵ روپے

ناشر: دارالنور، اسلام آباد

ملنے کا پتا: مکتبہ قدوسیہ، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے فرزند دلہند سیدنا اسماعیل علیہ السلام اللہ کریم ارحم الراحمین کے تابع فرمان اور اس کے حکم آگے ہر وقت سر تسلیم خم کر دینے والے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی فرمان برداری کا ایک عظیم قصہ تاقیام قیامت باقی رہنے والا ہے اور وہ ہے جناب سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے بدلے رب جلیل کا عطیہ دنبہ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربان کیا۔ یہ عمل اللہ کریم کو ایسا پسند آیا کہ امت محمدیہ نے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے یہ فریضہ انجام دیا اور ہمیشہ دیتے رہیں گے۔

صحابہ علیہم الرضوان نے ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے دریافت فرمایا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت مطہرہ ہے۔

زیر تبصرہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی ؒ نے کتب تقاسیر سے

قبول فرمائے، آمین۔
کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ، خوب صورت ڈائی دار جلد سے مزین ہے۔



ضرورتِ رشتہ

۲۵ سالہ ایم بی اے لڑکی کے لیے ہم پلہ لڑکے کا
رشتہ درکار ہے۔

ترجیاً ارائیں برادری۔
بذریعہ خط کتابت رابطہ کریں۔

ا۔ ب

معرفتِ ہفت روزہ الاعتصام، ۳۱ شیش محل روڈ لاہور

تھی۔ انھوں نے مولانا بنارسی رحمہ اللہ کی مرتب کردہ کتاب میں بعض اضافے کیے اور اب مولانا محمد اقبال کیلانی اور مولانا ریاض احمد کیلانی نے مفید اضافوں کے ساتھ اسے شائع کر دیا ہے۔

عربی لغت میں الفاظ کو تلاش کرنا اور ان کے معانی تک رسائی قدرے کٹھن کام ہے جسے کیلانی خاندان کے چشم و چراغ مولانا اقبال کیلانی نے زیر تبصرہ کتاب کی اشاعت سے طلبہ و عوام کے لیے آسان تر بنا دیا ہے۔ یہ کیلانی خاندان کی علم پروری اور علم نوازی کا بین ثبوت ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں فاضل مصنف رحمہ اللہ نے عمومی انداز اختیار کرنے کی بجائے الفاظ کو باعتبار حروفِ تہجی کے مرتب کیا ہے جس سے ایک عام خواندہ شخص بھی معانی و الفاظ دیکھ سکتا ہے۔

محترم حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں: ”ہمارے فاضل دوست اور ”تفہیم السنہ“ سلسلے کی مقبول تالیفات کے مؤلف جناب محمد اقبال کیلانی رحمہ اللہ (استاذ جامعۃ الملک السعود، الریاض، سعودی عرب) نے اس کتاب کی قدیم زبان کی اصلاح کر کے اور صرفی و نحوی چیزوں کا اضافہ کر کے اس کی افادیت میں اور زیادہ اضافہ کر دیا ہے۔ جزاء اللہ أحسن الجزاء“

اس کتاب کے مؤلف محترم کا تعارف بھی درج کتاب کیا گیا ہے۔ جو اسی کتاب کے صفحہ ۹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ تعارف مخدوم گرامی حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کے قلم سے تحریر ہے۔ مولانا اقبال کیلانی رحمہ اللہ نے جب یہ تعارف، محترم بھٹی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ”برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن“ میں دیکھا تو بڑے فرحت و انبساط کا اظہار کیا۔

”آسان لغت قرآن“ طالبانِ قرآنِ کریم کے لیے ایک مفید و معلوماتی دستاویز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ کریم مؤلف کتاب مولانا سید شہید الدین احمد جعفری ہاشمی رحمہ اللہ اور مولانا محمد ادریس کیلانی رحمہ اللہ کی قبروں کو منور فرمائے۔ اسی طرح مولانا محمد اقبال کیلانی، ریاض احمد کیلانی، مولانا خالد محمود کیلانی و دیگر معاونین کی محنت و کوشش

مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۰۰-۱۹۷۳ء)

(مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سے متاثر ہو کر)

صلاح الدین مقبول احمد مصلح نوشہروی

بہ فضل الہی بہت ہی قوی تھے
وہ مولانا احمد دیں، جو گکھڑوی تھے
دلائل کا اپنے جب انبار کرتے
مقابل کو خود اس سے ہوشیار کرتے
جو انکار کرتا، بڑا وار کرتے
مخالف کو اپنے سے بیزار کرتے
مقابل میں خواہ حضرت دہلوی^(۱) تھے
وہ مولانا احمد دیں جو گکھڑوی تھے
نہ احتاف کی ان سے کچھ چل سکی ہے
نہ شیعوں کی ہی دال کچھ گل سکی ہے
نہ باطل کی کوئی دیا جل سکی ہے
نہ عیسائیت ہی وہاں پل سکی ہے
ہراساں تو ان سے سبھی پادری تھے
وہ مولانا احمد دیں جو گکھڑوی تھے
بہت ان کی مشہور حاضر جوابی
عجب دکشی اور عجب خوش خطابی
قدم بوس ہر سو رہی کامیابی
مقابل کی محفل میں خانہ خرابی
مخالف بھی تھرائے ایسے ولی تھے
وہ مولانا احمد دیں جو گکھڑوی تھے
عجب با وفا ہے، یہ اسحاق بھٹی
ہماری نوا ہے، یہ اسحاق بھٹی
قرین دعا ہے، یہ اسحاق بھٹی
جو نغمہ سرا ہے، یہ اسحاق بھٹی
وگر نہ تو حالات سے ہم اجنبی تھے
وہ مولانا احمد دیں جو گکھڑوی تھے

(۱) مولانا عبدالستار دہلوی

گلستان دیں کے محافظ قوی تھے
مناظر، مدرس، محقق وہی تھے
کتاب اور سنت کے حامل ولی تھے
جو صدیق و فاروق و عثمان علی تھے
وہ شاگرد میر اور امرتسری تھے
وہ مولانا احمد دیں جو گکھڑوی تھے
یہ مرد مناظر! عجب ہے کہانی
کی ہے فاش باطل کی ریشہ دوانی
وہ کرتے رہے دین کی پاسپانی
قصوری وکھوٹی تھے، وہ بھوجیانی
وہ اپنی جگہ سلفی و غزنوی تھے
وہ مولانا احمد دیں جو گکھڑوی تھے
وہ کم بولتے، پر وہ جب بولتے تھے
وہ حکمت کے موتی سدا رولتے تھے
وہ باتوں کو سو بار خود تولتے تھے
جو عقدے تھے مشکل انھیں کھولتے تھے
وہ پابند حکم میانہ روی تھے
وہ مولانا احمد دیں جو گکھڑوی تھے
جہاں بھی سنی مفسدوں کی تباہی
وہاں جا کے دی دین حق کی گواہی
دلائل سے محفل کی عزت نہاں
وہ دراصل تھے حق کے مخلص سپاہی